مشینی ذبیحہ کا حکم

مذاہب اربعہ کی روشنی میں

مُصنّف

حضرت علامہ مولانا مفتی نظام الدین رضوی مدظلہ العالی



مکتبۃ برکات المدینۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

نام کتاب: مشینی ذبیحہ کا حکم مذاہب اربعہ کی روشنی میں

مصنف: مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی مدظلہ العالی

عدد صفحات: 144

سائز: 23x36/16

تعداد: 1100

طباعت اول: 1421ھ / 2001ء

(مکتبہ برہان ملت، اشرفیہ، مبارکپور)

طباعت دوم: 1427ھ / 2006ء

ناشر

مکتبہ برکات المدینہ

جامع مسجد بہار شریعت، بہادر آباد، کراچی

فون: 021-4219324

barkatulmadina@yahoo.com

مضامین کی ایک جھلک

عرض حال

بسمہٖ سبحانہ

یہ کتاب عصر حاضر کے کچھ اہم اور پیچیدہ مسائل کے حل کے سلسلے میں ایک روشن خیال عالم کے استفسار کا جواب ہے جسے راقم الحروف نے تقریباً پونے چار ماہ میں مکمل کیا ہے۔

اتنی طویل مدت اس مسئلے پر غور و فکر اور تحقیق کے لئے اس وجہ سے صرف کی کہ امکانی حد تک خطا سے تحفظ کی کوشش ضروری ہے پھر بھی راقم نے صرف اپنی فہم پر اعتماد نہ کیا بلکہ چار چار علمائے نامدار و کملائے روزگار کی خدمات عالیہ میں اسے پیش کر کے ان کی توثیق و تصدیق بھی حاصل کرلی وہ حضرات اس عاصی خاطی کے اَجِلّہ اساتذہ سے ہیں:

۱) نائب مفتی اعظم ہند شارح بخاری حضرت علامہ و مولانا الحاج مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان صدر شعبۂ افتا و سرپرست مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔ (وصال ۶؍صفر ۱۴۲۱ھ-۱۱؍مئی ۲۰۰۰ء جمعرات)

۲) بحر العلوم حضرت علامہ و مولانا مفتی عبد المنان صاحب قبلہ دامت برکاتھم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم، قصبہ گھوسی ضلع مئو۔

۳) محدث کبیر حضرت علامہ و مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری دامت برکاتھم العالیہ صدر مجلس شرعی و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔

۴) خیر الاذکیا حضرت علامہ و مولانا عبد اللہ خاں صاحب قبلہ عزیزی دامت برکاتھم العالیہ شیخ القرآن جامعہ اسلامیہ روناہی فیض آباد۔

پہلے یہ جواب صرف مذہب حنفی کو سامنے رکھ کر تقریباً ڈھائی ماہ کی مدت میں

لکھا گیا تھا جب اسے ربیع النور ۱۴۱۸ھ مطابق جولائی ۱۹۹۷ء میں حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اسے مطالعہ فرماکر ارشاد فرمایا کہ سوال میں چاروں مذاہب فقہ کے مطابق احکام دریافت کئے گئے ہیں اور اس کی امریکہ وغیرہ میں ضرورت بھی ہے اس لئے چاروں مذاہب کو سامنے رکھ کر جواب لکھیں۔

اس بے مایۂ علم وفن کے لئے یہی بہت تھا کہ مذہب حنفی کے مطابق اپنے طور پر مسائل کی تحقیق کر چکا تھا بقیہ تینوں مذاہب کا مطالعہ پھر ان کے مطابق تحقیق احکام اس کے لئے بہت ہی دشوار گزار اور مشکل امر تھا اس لئے کچھ دنوں تک اسی پیش و پس میں رہا کہ حضرت کے حسب ارشاد دوبارہ کام شروع کروں یا نہیں۔ آخر کار بہت کچھ سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا کہ خدائے قادر وناصر کی ذات پر تکیہ کر کے کام شروع کر دینا چاہئے اس کی توفیق شامل حال رہی تو مجھ جیسا عاجز وناکارہ بھی دین کی بڑی خدمت انجام دے سکتا ہے **ذٰلك فضل الله يؤتيه مَن يَّشآء**۔ پھر میں نے **توكُّلاً على الله** کام شروع کیا تو میرا خیال ہے کہ ویسا ہی ہوا جیسا خدائے پاک کی ذات سے گمان کیا تھا۔ **أنا عِنْدَ ظَنِّ عَبدِي بِي**۔ سواماہ کی محنت، مطالعہ، غور وفکر کے بعد جب مذاہب اربعہ کی روشنی میں جواب مکمل ہو گیا تو اسے اپنے ان بزرگوں کی خدمت میں پیش کیا الحمد للہ سب نے اسے شرف ملاحظہ بخشا، پھر اظہار مسرت کے ساتھ حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور یہ میرے لئے سرمایۂ فخر تھا کہ یہ حوصلہ افزائی ان علمائے ربانیین کی طرف سے تھی جن کی دقتِ نظر حیرت انگیز اور مقام علم وتحقیق بہت ہی اَرفع وبلند ہے۔

یہ غایت کرم وذرہ نوازی ہے حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضرت شیخ القرآن دام ظلہ العالی کی کہ اول الذکر نے تحریری طور پر اپنی تصدیق جلیل سے اور مؤخر الذکر نے اپنے گراں بہا تاثر سے نوازا جس سے کتاب کی قدر و قیمت بڑھ

گئی۔ میں ان سب بزرگوں کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، ساتھ ہی ان علمائے کرام کا بھی مشکور ہوں جنھوں نے اس ناچیز پر اعتماد کر کے فتوے کی تصدیق فرمائی۔

خدا رحمت کند ایں عارفانِ پاک طینت را۔

مشینی ذبیحہ کا یہ مسئلہ ایک دقیق و غامض مسئلہ ہے جس کی تحقیق میں بہت سے مدعیان علم و دانش کے قدم راہ راست سے بہک گئے اور کئی جماعتوں کے محققین بہت کچھ ریسرچ اور اجتماعی غور و فکر کے بعد بھی قوم کو ایک متعین شاہراہ عمل بتانے سے عاجز رہ گئے اور اب تک وہ اسی بارے میں حیران و ششدر ہیں کہ سہ راہے سے کس طرف جائیں۔

آپ اگر اس کتاب کا تقابلی جائزہ لیں گے تو ان شاء اللہ العزیز اس خادم آثم کو دعاؤں سے ضرور نوازیں گے۔

خاکِ پائے رہ روان کاملم
خوشہ چینِ خرمنِ اہل دلم

طالب دعا

محمد نظام الدین رضوی

۲/۸/۲۰۰۰ء

خادم درس وافتا ورکن مجلس شرعی
دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور
ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

تصدیق جلیل

نائب مفتی اعظم، شارح بخاری، محقق عصر، حضرت العلام مولینا، مفتی محمد شریف الحق امجدی دامت برکاتہم القدسیہ ☆۔ صدر شعبۂ افتاء و سرپرست مجلس شرعی و ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بسمہٖ سبحانہٗ

عزیز اسعد علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی زِیْدَ مَجدُہُمْ نائب مفتی و استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے ان فتاویٰ کو لفظ بہ لفظ مجھے سنایا، میں نے بغور سنا۔ یہ سب فتاویٰ صحیح ہیں۔

ان سب فتاویٰ کی بنیاد مشینی ذبیحہ کی صحت اور عدم صحت پر قائم ہے، عزیز موصوف نے بڑی محنت اور تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ مشینی ذبیحہ صحیح نہیں اور جو جانور مشین سے ذبح کئے جاتے ہیں وہ مُردار ہیں۔

فتویٰ آپ کے ہاتھوں میں ہے، اسے بغور پڑھیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ موصوف نے جو کچھ لکھا ہے وہ حق ہے۔

کچھ علماء نے اسے حلال قرار دیا ہے۔ ان کی تحقیق کی بنیاد اس پر ہے کہ جب ایک مسلمان، یا کتابی نے ذبح کی نیت سے بسمِ اللّٰہ اَللّٰہُ اکبر پڑھ کر وہ بٹن دبادیا جس سے مشین چلنے لگتی ہے تو گویا بٹن دبانے والے نے اسے ذبح کیا۔

☆۶؍ صفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱؍ مئی ۲۰۰۰ء بروز جمعرات بعد فجر آپ اپنے خالق سے جا ملے رَحِمَہٗ اللّٰہ رَحمۃً واسعۃً۔ یہ تصدیق وصال سے ڈھائی سال پہلے کی ہے ۱۲ ان، ر

ان حضرات نے اس پر غور نہیں کیا کہ بٹن دبانے والا چھری نہیں چلا رہا ہے، چھری بجلی کی قوت سے چل رہی ہے۔ اگر بجلی نہ ہو اور یہ لاکھ بٹن دبائے مشین نہیں چلے گی جو اس بات کی دلیل ہے کہ ذبح کرنے والی شی حقیقت میں بجلی ہے اور بٹن دبانے والے کا کام صرف یہ ہے کہ بٹن دبا کر اس نے بجلی کا تعلق مشین سے کر دیا ہے۔

پھر اخیر میں..... بازاروں میں فرانس وغیرہ یورپی ممالک سے سربمہر پیکٹوں میں جو گوشت بکتے ہیں ان کی حرمت تو یقینی ہے..... اس کو بھی بہت واضح طور پر بیان کیا ہے۔ جس کی بنیاد اس پر ہے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ گوشت بطریق شرعی ذبح شدہ جانور کے ہیں تو بھی وہ کمپنی سے بازار میں آتے آتے مدتِ دراز تک مسلمانوں کی نظر سے اوجھل رہا اور یہی اس کی حرمت کے لئے کافی ہے۔

قصہ اصل یہ ہے کہ یورپ نے اب یہ طے کر لیا ہے کہ مسلمانوں کے سارے مذہبی اقدار کو ختم کر کے مذہب سے بیگانہ بنا دیا جائے۔ اس سلسلے میں یورپ سے نت نئی اسکیمیں آتی رہتی ہیں، عامۂ مسلمین حکم شرعی سے بے خبر ہونے کی وجہ سے انھیں قبول کر لیتے ہیں اور انھیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہم حرام کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ان اسکیموں کے پھیلنے میں نام نہاد اسلامی ممالک کے ذمہ داروں کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔

یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ مسلمان ملکوں کے سربراہ ذھنی طور پر یورپ کے غلام ہیں اور انھیں کے ساتھ حکام کی مرضی کے مطابق کام کرنے والے علمائے سُو بھی چپکے ہوئے ہیں جن کا کام ہی یہ ہے کہ یورپ کی ہر اسکیم کو

حلال قرار دیں جن میں سعودی علما سب کے پیش رو ہیں۔ ابھی کتنے دنوں کی بات ہے کہ عراق سے جنگ کے موقعہ پر امریکن سپاہیوں کے لئے خنزیر، شراب، اور لڑکیاں تک سعودی عرب کے حکمرانوں نے پیش کیں اور حجاز و نجد کے علما خاموش تماشائی بنے رہے۔ کیا کوئی مسلمان اس کو جائز کہہ سکتا ہے؟

جو لوگ ایسے بے غیرت ہوں ان کے عملدر آمد کو جواز کی دلیل بنانا نہ دینداری ہے اور نہ عقل مندی۔ دلیل کتاب اللہ، احادیث اور مجتہدین کرام کے قرآن و حدیث سے اخذ کئے ہوئے ارشادات ہیں جو تفصیل سے ان فتاوی میں مذکور ہیں ☆، ان کی روشنی میں کوئی بھی دیندار اور خداترس مشینی ذبیحہ اور بند ڈبوں میں فروخت ہونے والے گوشت کو حلال نہیں کہہ سکتا۔

مولیٰ عزَّ و جلَّ اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ میں عزیز موصوف کو اسلام و مسلمین کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے کہ انھوں نے حق کو واضح کیا، نیز مولیٰ عزَّ و جلَّ ان کے علم، عمر، صحت، قوت میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سیدّ المرسلین، صلےّ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد شریف الحق امجدی

۱۳ر رجب ۱۴۱۸ھ (۱۴-۱۱-۱۹۹۷ء)

☆ آیات قرآنیہ	۲۱
احادیث نبویہ	۱۱
آثار صحابہ	۳
اقوالِ اجماعیہ (جن پر اجماع کی صراحت ہے)	۵
نصوصِ مذاہبِ اربعہ	بکثرت
نصوصِ اصول و قواعدِ فقہ	۹

انھیں ستونوں پر پیش نظر فتاویٰ کی عمارت کھڑی کی گئی ہے۔ ۱۲ ان رضوی۔

تصدیق جمیل

محقق عصر، بحر العلوم حضرت علامہ و مولینا، مفتی الحاج عبدالمنان اعظمی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ، شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم، گھوسی، ضلع موَ۔

بسمہٖ سبحانہ'

نحمدہٗ و نُصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم

یورپ میں مذہبی حلقوں کی پسپائی اور مادہ پرستوں کے سیاسی غلبہ کے سائے میں جو برق رفتار علمی ترقیاں اور بے قید تحقیقات اور ایجادات عالمِ وجود میں آئیں اور ان کی مدد سے جو معاشرہ پیدا ہوا اس کے نتیجے میں قدیم تہذیب و تمدن اور اَخلاق و شرافت کے معیار اور پیمانے الٹ گئے، کل کی شرافت آج وحشت اور حیوانیت ہو گئی اور آج کی ہوس پرستی اور عریانیت فن اور آرٹ بن گئی۔

جب نئے معیارِ اَخلاق کو رواج دینا تھا تو کہا جاتا تھا کہ "ہر شخص کو اپنی طبعیت اور مزاج کے موافق زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے، ہم کسی کے مزاج اور طبیعت کے خلاف اس کو پابند بنانے کے سخت خلاف ہیں"۔ اور پرانے مزاج و طبیعت کے لوگ اگر آج اسی دلیل کا سہارا لیکر یہ کہنا چاہیں کہ ہماری طبیعت اور مزاج کا تقاضہ تو اب بھی وہی قدیم معیارِ تہذیب و شرافت ہے پھر ہم کو اسی کے موافق زندگی گزارنے کی آزادی کیوں نہیں دی جاتی؟ تو انھیں بد تہذیب، غیر ترقی یافتہ اور جنگلی کہہ کر ان کا گلا گھونٹنے اور ان کو سولی پر چڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس صورتِ حال نے مذہب پرستوں اور دینداروں کو سخت ضیق میں مبتلا کر رکھا ہے۔ عبادات، معاملات، تجارت و زراعت، اجارہ و مضاربت، سیاست و حکومت، رہن سہن اور مُعاشرَت، صلح، جنگ، اَکل و شرب، آداب لباس المختصر زندگی کے جملہ شعبوں میں اتنے کثیر اور متضاد نظرئے، اصول و قواعد اور اَعمال و طرُق پیدا ہو گئے ہیں کہ آدمی کا جینا دوبھر ہو گیا، اور بقول کسے:

شد پریشاں خواب من از کثرتِ تعبیرہا

مختلف تعبیروں کی کثرت سے میرا خواب بے معنی ہو گیا ہے۔

ان حالات میں ان قوموں کے لئے تو کچھ زیادہ الجھن کی بات نہیں جن کے پاس کوئی "الٰہی نظامِ زندگی" نہیں، لیکن مسلمان قوم۔ جو خود اپنا ایک "ربانی نظامِ زندگی" رکھتی ہے، جو دستورِ زندگی عرصۂ دراز تک مختلف اقوامِ عالم کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا رہا اور اس دورِ انحطاط میں بھی جس کے ماننے والوں کی تعداد پوری دنیا کی آبادی کا چھٹا حصہ ہے۔ اُس کا اِس صورتِ حال سے بے چین ہونا ضروری ہے اسی وجہ سے مشرق ہو کہ مغرب پوری دنیا میں جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں ان مسائل پر غور و فکر کا سلسلہ عرصۂ دراز سے جاری ہے مختلف دارالافتاؤں اور فقہی سوسائیٹیوں میں انفرادی اور اجتماعی کوششیں ہوتی رہتی ہیں۔

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی) میں ١٩٨٦ء سے وقتاً فوقتاً مجالسِ شرعیہ کا انعقاد ہوتا رہتا ہے جن کے لئے پورے ہندوستان سے پیشگی اطلاعات بھیج کر مقالات لکھوائے جاتے ہیں اور پیش آمدہ مسائل پر بحث و تمحیص، غور و فکر کے بعد ان کا متفقہ حل نکالا جاتا ہے، سیمیناروں میں پورے ہندوستان کے منتخب علمائے اہل سنت شریک ہوتے ہیں۔

جدید مسائل کے سلسلے میں طبقہ اہل سنت و جماعت کے ممتاز عالم اور فقیہ حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب دارالافتا اشرفیہ، مبارک پور نے اپنا ایک نشان قائم کر دیا ہے۔ بَارَكَ اللّٰهُ فِي حَيَاتِهٖ وَعِلْمِهٖ۔

زیرِ نظر رسالہ "مشینی ذبیحہ۔ مذاہب اربعہ کی روشنی میں"، بھی مولانا موصوف کی کاوشوں کا ثمرہ ہے جس میں حضرت مولانا نے حلال جانوروں کے ذبح کے جدید اختراعی طریقوں اور ذبح کے اسلامی طریقوں کا تقابلی تجزیہ فرمایا ہے، تحریر صاف اور شستہ ہے، زبان سہل و آسان ہے، اندازِ بیان پسندیدہ اور دلنشین ہے، دلائل مضبوط اور ترتیب عمدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس رسالہ کو قبولِ عام بخشے اور اس میں درج شدہ اسلامی احکام پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، مولانا کو صحت و سلامتی دے اور دل و دماغ کو علوم اسلامیہ کا عرفان عطا کرے اور ان کے قلم کو مزید خوش رفتاری کرامت فرمائے۔
آمین، یارب العٰلمین۔

عبدالمنان اعظمی
شمس العلوم، گھوسی، ضلع مئو

٩ر اگست ٢٠٠٠ء

باسم اللّٰہ الملک المغنی

۲۱ ھ ۱٤

تصدیقات علمائے اہلسنت دامت فیوضہم العالیۃ

۲۳؍ رجب ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۴؍ نومبر ۱۹۹۷ء کو درج ذیل علمائے کرام نے پیش نظر کتاب کی تصدیق فرمائی۔ یہ حضرات مجلس شرعی کے فقہی سمنار میں شرکت کے لئے جامعہ اشرفیہ تشریف لائے ہوئے تھے۔

(۱) حضرت مولانا عبدالشکور صاحب قبلہ استاذ جلیل دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور،

(۲) حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین صاحب قبلہ استاذ جلیل دارالعلوم نورالحق چرہ محمد پور ضلع فیض آباد، یوپی،

(۳) حضرت مولانا مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ مفتی و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی، ضلع فیض آباد۔۔۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

"إنی أصَدِّق وأؤیّدُ هذا الجواب لأنه حق و صواب و مَن أجاب فهومصیب ومُثابٌ وهوتعالیٰ أعلم"

(۴) حضرت مولانا اسرار احمد صاحب قبلہ استاذ جلیل دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڈھ

(۵) جناب مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب نعیمی استاذو مفتی دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا ضلع گونڈہ

(۶) جناب مولانا نصر اللہ صاحب رضوی استاذ مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد ضلع مؤ۔

(۷) جناب مولانا مصاحب علی صاحب رشیدی مصباحی قائم مقام صدر المدرسین مدرسہ انوار العلوم راجہ بازار کھڈا ضلع پڈرونہ۔ یوپی۔۔۔ الفاظ یہ ہیں۔

"ماحقّق الفاضل المحقق حق و صواب و هوتعالی اعلم"

(۸) جناب مولانا مفتی آل مصطفیٰ مصباحی استاذو مفتی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مؤ۔

(۸) جناب مولانا عبدالغفار اعظمی مصباحی مدرس مدرسہ عربیہ اشرفیہ ضیاء العلوم خیر آباد ضلع مؤ۔

(۱۰) جناب مولانا انور علی نظامی مصباحی استاذ دارالعلوم غوث اعظم مسکیڈیہہ ہزاریباغ۔

(۱۱) جناب مولانا قاضی شہید عالم رضوی استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف۔

(۱۲) جناب مولانا قاضی فضل احمد صاحب مصباحی استاذ جامعہ عربیہ ضیاء العلوم بنارس۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاثر

خیر الاذکیا حضرت العلام مولٰینا عبداللہ خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ
شیخ القرآن جامعہ اسلامیہ، روناہی

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد:

عصر حاضر میں سائنسی ترقی اور اکتشافات سے ایسے نئے مسائل پیدا ہوئے جن کا حل مذہب اسلام کے اصول و مبادیات کے روشنی میں نہ نکالا جائے تو مذہب کے ماننے والے ذھنی تشکیک میں مبتلا ہو جائیں گے اور انسان کی فطری ذھنی کج روی کا مقابلہ کرنے میں بظاہر مذہب بے بس نظر آئے گا کیونکہ یہ وہ دور ہے کہ جو کام مہینوں میں ہوتے تھے وہ اب منٹوں، سکنڈوں میں ہو رہے ہیں اس دور کو مشینی دور کہنا زیادہ مناسب ہوگا جدید آلات کے اس زمانہ میں بجلی اپنی توانائی کا کرشمہ اشیا میں دکھا رہی ہے۔

اس لئے علمائے اسلام پر لازم ہے کہ ان جدید مسائل کے حل کیلئے سرگرم عمل ہو جائیں کیونکہ اگر یہ اپنی جگہ پر الجھے رہ گئے تو انسان بہت دور نکل جائے گا اور مذہب کے اقدار اور ان کے عقائد و نظریات اور ان کے معاشرتی نظام بہت پیچھے رہ جائیں گے اور جدت پسند دماغ مذہب کے خلاف اپنی ہرزہ سرائی یا اپنی توانائی صرف کر کے اس کو نیست و نابود کرنے کی کوشش میں مصروف عمل ہو جائیں گے۔

مدعیان اسلام کے مختلف فرقوں کے ارباب شعور کو اس بات کا احساس بہت پہلے ہوا کہ ہم کو نئے مسائل کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہئے یہ نام نہاد اسلامی فرقے اپنی کوششوں میں اس حد تک کامیاب ہوئے کہ انھوں نے جدید مسائل کے حل کرنے کیلئے مختلف عنوان سے علمی ادارے اور مراکز قائم کئے اور مسلمانوں کے ایک فرقے کو کسی حد تک یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گئے کہ ہمارے مفکروں میں ایسی اعلیٰ درجے کی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں کہ جدید ذہن و فکر کو ہم علم کی روشنی سے مستنیر کر کے اس کو تسکین دے سکتے ہیں ان گمراہ گروں کی کانفرنسیں ہوتی ہیں، مذاکرۂ علمیہ کے جلسے ہوتے ہیں اور بڑی لمبی طولانی بحث و مباحثے کے بعد اپنے نتائج فکر کی اشاعت کر کے جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کے شعور و ذہن پر چھا جاتے ہیں لیکن اپنے یہاں وسائل کی کمی کے باعث حق پرستوں (اہل سنت و جماعت کے علما) نے جدید مسائل کی طرف کم توجہ دی کیونکہ ہمارے علما فکری کاوشوں میں زیادہ دور تک جانے کیلئے مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے اپنے آپ کو مستعد نہ کر سکے مگر خدائے بے نیاز کا بے حد شکر ہے کہ اپنی جماعت کے نوجواان علما میں ایسے اہل علم اور ارباب بصیرت پیدا ہوئے جو اپنی فکری کاوش میں ممتاز نظر آرہے ہیں اور اس گروہ کے سرخیلِ اور سالار کارواں عزیز سعید مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی زید مجدھم ہیں جنھوں نے ملک کے گوشے گوشے میں کانفرنسوں میں شریک ہو کر اپنے اور پرائے سب سے اپنی فقہی بصیرت اور علم و دانش کا لوہا منوا لیا ہے یہ وہ فاضلِ جلیل ہیں کہ جس موضوع پر اپنے اشہب قلم کو تیز گام کرتے ہیں تو اس کی پر پیچ وادیوں اور صحراؤں کو طے کر کے حقائق و معارف کے نقوش صفحات قرطاس پر

مرتسم کرتے ہیں اب خدا کے فضل واحسان سے اپنی جماعت کے اہل علم ان کی قوت فکریہ پر اعتماد و بھروسہ کرنے لگے ہیں۔ ملک اور بیرون ملک میں ان کی علمی شہرت کا پھیلاؤ ہوا اس لئے مسائل جدیدہ کے باب میں ان کے پاس استفسار آنے لگے۔ چنانچہ حال ہی میں امریکہ سے اپنی جماعت کے نوجوان علما میں سے ایک عالم دین اور دانشور مفکر مولانا قمر الحسن صاحب بستوی نے مشینی ذبیحہ کے بارے میں استفسار کیا اور اپنے سوال کے مختلف گوشوں کو مفتی صاحب موصوف کے سامنے رکھا تو انھوں نے مشینی ذبیحہ کے بارے میں مبسوط فتویٰ لکھا وہ اس وقت میرے زیر مطالعہ اور پیش نظر ہے یہ ایک طویل مدلل فتویٰ ہے جس میں انھوں نے بہت زیادہ گہرائی میں اتر کر مسئلے کے تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر اپنی جودت فکر اور علمی مقام کا مظاہرہ کیا ہے اس فتویٰ کو میں نے شروع سے آخر تک اپنے ضعف بصر کے باوجود مطالعہ کیا اس سے مفتی صاحب کی وسعت علمی کا اندازہ ہوا اس فتوے کی حسب ذیل خصوصیات کافی اہمیت کی حامل ہیں۔

ا۔ اس فتوے میں فقہی جزئیات کی جلوہ فرمائی جابجا دیکھی جا سکتی ہے فقہ اربعہ کی اہم کتابوں کے حوالے سے مفتی صاحب نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے اس پر ان کو داد نہ دینا ان کی ناقدری ہوگی ایک طرف تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فقہ حنفی کی کتابیں ان کے مطالعہ کی گرفت سے باہر نہیں ہیں اور جو مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا گیا اس کا کوئی پہلو فقہ حنفی کی رو سے انھوں نے تشنہ نہیں چھوڑا ہے دوسری طرف فقہ شافعی کی کتابوں پر ان کی دسترس دیکھی جا سکتی ہے تیسری جانب علامہ ابن قدامہ کی شہرۂ آفاق کتاب ”المغنی“ کو دقت نظر سے مطالعہ کرتے ہوئے اپنا نتیجۂ فکر

بیان کرتے ہیں حالانکہ ابن قدامہ وہ حنبلی فقیہ ہیں جو مسائل احناف پر تند و تیز لہجے میں تنقید کرنے کیلئے کافی مشہور ہیں لیکن ان سے بھی استناد میں مفتی صاحب موصوف نے کوئی جھجک محسوس نہیں کی کیونکہ سائل ایک عالم دین تھے انھوں نے فقہ اربعہ کی روشنی میں مشینی ذبحہ کے بارے میں تحقیق کی ضرورت محسوس کی تھی اس لئے فقہ اسلامی کے سمندر میں غوطہ لگا کر معارف کے آبدار موتیوں کو بر آمد کیا جو ان کے کمال علمی پر برہان قاطع ہے۔

۲۔ مفتی صاحب نہ صرف فقہی جزئیات پر عبور رکھتے ہیں بلکہ وہ اصول فقہ پر بھی حاوی ہیں اس لئے جب ان کے سامنے کوئی مسئلہ آتا ہے تو ان کا طائر فکر بلند پرواز ہونے کے باوجود اصول فقہ کے دائرے میں محصور ہو جاتا ہے اور ان اصولوں سے اپنے نتائج فکر کو مدلل و مبرہن کرتے ہیں بلکہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اصول فقہ کے دلائل نتائج کے اخذ کرنے میں ان کے ممد و معاون ہوتے ہیں چنانچہ ان کا یہ فتویٰ نہ صرف فقہی کتابوں کے حوالوں سے آراستہ ہے بلکہ اصول فقہ کی مستند کتابوں کے حوالوں سے اپنے دلائل کو مستحکم کرنے میں کامیاب ہیں یعنی وہ اخذ و استنباط میں اصول فقہ سے بہت زیادہ سہارا لیتے ہیں اور وہ صرف نقلِ عبارات پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ فکری کاوش میں ان کے سہارے بہت دور نکل جاتے ہیں اس لئے مشینی ذبحہ کے سلسلے میں فقہ اربعہ کے حوالے پیش کرنے کے بعد رقم طراز ہیں کہ :

"بجلی عام بے جان اشیا کی طرح نہیں ہے جس میں خود سے کوئی

حرکت نہ پائی جاتی ہو بلکہ یہ ایسی پراسرار شئ ہے جو اپنی گزرگاہ میں برابر رواں دواں رہتی ہے، تگ و دو اس کی فطرت ہے وہ تنہا ایک سکنڈ میں بے تکان لاکھوں میل کا سفر طے کر لیتی ہے انسان کا کام تو صرف بجلی سے مشین کا رشتہ جوڑ دینا ہے اور بس۔ اس لئے بٹن دبانا نہ ذبح ہے نہ بٹن دبانے والا ذابح۔ ذبح کا پورا کام خالص بجلی کی قوت تحریک سے عمل میں آرہا ہے تو ذبح بجلی کا فعل ہوا اور یہ ناممکن ہے کہ ذبح تو بجلی کا فعل ہو اور ذابح انسان قرار پائے"

پھر اصول فقہ کی مشہور کتاب مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت سے اپنے دعوے کو مبرہن کرتے ہیں کہ کسی فعل کی نسبت جب کسی فاعل کی طرف کی جائیگی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ماخذ اشتقاق کا مفہوم اس انسان کے ساتھ قائم ہے مثلاً ایسا نہیں ہو سکتا کہ علم کسی کے ساتھ قائم ہو اور عالم کسی دوسرے کو کہا جائے یہ امر بدیہی ہے اس کا منکر کوئی دانشمند نہیں ہو سکتا۔

مفتی صاحب نے اس بحث سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے اس کی صحت میں کلام نہیں کیا جاسکتا، وہ لکھتے ہیں کہ "مسلۂ مبحوثہ میں جب ذبح بجلی کا فعل ہے تو یہ اسی کے ساتھ قائم ہوا اور اسی کی صفت ہوا تو ذابح بھی یہی بجلی قرار پائے گی نہ کہ بٹن دبانے والا انسان"۔

۳۔ ان کے فتوے کی اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کا طائر فکر چہار جانب گردش کرتا رہتا ہے جس سے وہ کبھی کبھی شکوک و اوہام کے بیابانوں میں پہونچ جاتا ہے بلفظ دیگر شکوک کے کانٹوں سے الجھ جاتا ہے لیکن اس سے جلد ہی رہائی حاصل کر لیتا ہے تاہم وہ سوچنے لگتے ہیں کہ کوئی شخص

میری باتوں سے خلجان ذہنی میں مبتلا ہو سکتا ہے اس لئے اس کے ازالے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور اس بحث کو اتنے صاف اور نرالے انداز میں اجاگر کرتے ہیں کہ کسی ادبی و لسانی مضمون کے پڑھنے میں وہ لطف نہیں آتا جو لطف ان کے مباحثِ علمیہ کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے مثلاً وہ ایک قاعدۂ کلیہ اس موقع پر بیان کرتے ہیں کہ " کام مباشر کا قرار پاتا ہے اور مباشر وہ شخص ہے جس کے فعل سے کوئی چیز تلف ہو اور فعل و تلف کے درمیان کسی بااختیار شخص کا فعل حائل نہ ہو" اس قاعدۂ کلیہ کے رو سے جو خلجان ذہنی پیدا ہوتا ہے اس کو مفتی صاحب نے نہایت صاف لفظوں میں بیان کیا کہ یہاں جانوروں کے ذبح ہونے اور فعل ذبح کے درمیان مشین کا عمل حائل ہے جو بے اختیار شئ ہے اس لئے مشین کا یہ واسطہ کالعدم قرار پائے گا اور ذبح کی نسبت بٹن دبانے والے صاحب عقل انسان کی طرف ہوگی۔

اس قاعدہ کو مفتی صاحب نے بیان کر کے خلجان ذہنی کا ذکر صاف اور زوردار لفظوں میں کیا ہے سطحی نظر رکھنے والے انسان کی اولین نگاہ میں یہ شبہ حقیقت کی شکل اختیار کرلے گا لیکن اس خلجان ذہنی کے ازالے کیلئے مفتی صاحب نے اپنی فکر کی جو جولانی دکھائی ہے وہ نہ صرف داد و تحسین کے لائق ہے بلکہ مطالعہ کی ضرورت کا احساس دلاتی ہے اس بحث کو انھوں نے خوب خوب پھیلایا اور اپنی وسعت فکر کا بڑا زبردست ثبوت فراہم کیا ہے جس سے یہ یقین کامل ہوتا ہے کہ اپنی جگہ پر یہ دعویٰ قطعی طور پر درست ہے کہ بٹن دبانے والے انسان کو ذبح کرنے والا قرار نہیں دیا جاسکتا اور یہ خلجان ذہنی بے بنیاد ہے

اب یہ دوسری بات ہے کہ دوسرے فرقے کے لوگ جدت پسندوں سے گھبرا کر اپنے فتووں کو ان کے ذہن و فکر کے سانچے میں ڈھالنے کی تدبیریں کرتے ہیں لیکن ہمارے مفتی صاحب اس کو علمی دیانت کے خلاف تصور کرتے ہیں کہ اسلامی اصولوں اور فقہی جزئیات و نظائر سے صرف نظر کر کے ماڈرن مسلمانوں کی خواہش کے مطابق فتویٰ دے کر داد و تحسین وصول کریں اور اس کو اپنی شہرت و ناموری کا ذریعہ بنائیں۔

زیر مطالعہ کتاب "مشینی ذبیحہ مذاہب اربعہ کی روشنی میں" کے مباحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا پہلے حصے میں تحقیق کے ساتھ یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ مشینی ذبیحہ کو فقہ اسلامی بالخصوص فقہ حنفی کے رو سے جائز نہیں قرار دیا جاسکتا اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ذبح کے شرائط اس ذبیحہ میں نہیں پائے جاتے اس کو انھوں نے گہرائی کے ساتھ مطالعہ کر کے اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے جس سے یقین کامل ہوتا ہے کہ ائمہ مذاہب کے شرائط کی روشنی میں اس ذبیحہ کے جواز کا فتویٰ سراسر علمی دیانت کے خلاف ہے۔

دوسرے حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ مشینی ذبیحہ کا گوشت بہت سے مقامات میں مختلف ذرائع سے سپلائی کیا جاتا ہے اور یہ تمام ذرائع قابل بھروسہ نہیں ہیں اس لئے کہ فقہ اسلامی کا یہ مسلمہ ہے کہ کافر غیر ملازم کے ذریعے گوشت حاصل ہو تو اس گوشت کا کھانا شرعاً جائز نہیں ہے گو کہ یہ گوشت مسلمان یا کتابی کے ذبیحہ کا گوشت ہو پھر مشینی ذبیحہ کا گوشت کیسے جائز ہوگا جس کی ترسیل کے تمام ذرائع کے متعلق یہ یقین حاصل نہیں ہے کہ وہ مسلم کمپنیاں یا مسلمانوں کے ادارے ہیں اسلئے اس لحاظ سے بھی یہ گوشت ناجائز و حرام ہوگا۔

مفتی صاحب موصوف کا یہ فتویٰ محض حرمت کے بیان پر مشتمل نہیں ہے بلکہ ایک جاندار اور تحقیقی مقالہ ہے جو زیر بحث مسئلے کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے یہ تحقیقی مقالہ اس لائق ہے کہ عوام و خواص اور بالخصوص طالبانِ علوم اسلامیہ اسکا مطالعہ کریں کیونکہ یہ حقائق و معارف کا ایک گنجینہ ہے۔

عبداللہ خاں عزیزی
جامعہ اسلامیہ روناہی
ضلع فیض آباد، (یو.پی)۔ انڈیا

[۱۱/ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ]

سوال نامہ

مندرجہ ذیل مسائل میں عندالشرع علمائے کرام و مفتیان عظام کا کیا حکم ہے؟

یہاں امریکہ میں اشیائے خوردونوش سے لیکر عام روزمرہ میں استعمال کی جانے والی چیزوں کے اندر کئی طرح کے اجزا شامل ہوتے ہیں۔ کچھ جائز، کچھ مشکوک اور کچھ ناجائز و حرام، جیسے غیر ذبیحہ شدہ گائے، بکری یا مرغی وغیرہ جانوروں کی چربی اور ہڈی کے گودے (مغز) وغیرہ۔ چونکہ یہاں ذبیحہ کا کوئی ایسا شرعی طریقہ نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جاسکے اِلّا یہ کہ آدمی خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، بلکہ حکومت سے مجاز کمپنیاں اپنا مذبح رکھتی ہیں جس میں جانور مشینوں سے ذبح کئے جاتے ہین، اس طرح کہ کہیں ایسا ہوتا ہے کہ مشین چلتی رہتی ہے اور جانوروں کے سر دھڑ سے کٹ کٹ کر الگ ہوتے رہتے ہیں خصوصاً مرغی میں، اور ایک منٹ میں کوئی ڈیڑھ یا دو سو مرغیاں کٹتی ہیں۔ اور کہیں ایسا ہوتا ہے کہ مشین چلتی رہتی ہے اور اس کے قریب کھڑا کوئی شخص بسم اللہ اللہ اکبر پڑھتا رہتا ہے۔ مگر اس کا اِس ذبح سے یوں کوئی تعلق نہیں کہ اس میں ہاتھ بھی لگائے بلکہ سارا کام مشین کرتی ہے یہ صرف کھڑا ہو کر کلمۂ ذبح پڑھتا رہتا ہے، نیز ایک ہی مشین سے مختلف قسم کے جانور کاٹے جاتے ہیں جو حلال بھی ہوتے ہیں اور حرام بھی جیسے خنزیر وغیرہ۔

علاوہ ازیں اگر کسی شخص کے ذریعہ یوں یہ کام کرایا جائے جو عین شرع کے مطابق ہو کہ ایک شخص یا چند شخص اپنے ہاتھ سے شرعی طور پر ذبح کریں تو کمپنی کا اتنا نقصان ہوگا کہ شرح ذبح گھٹ کر اقل قلیل ہو جائیگی۔ اس لئے ایسے

مذبح کے مالکان یہ کرنے پر ہرگز تیار نہ ہونگے۔ جبکہ اس قسم کے مذبح کے مالک عموماً یا تو یہودی ہیں یا عیسائی، ممکن ہے کہ کہیں مسلمان بھی ہوں۔ اس طرح کا گوشت مارکیٹ میں سپلائی ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو سمجھانے پر کچھ لوگ تو رُک جاتے ہیں مگر بعض ایسے ہوتے ہیں جو اضطراراً یا اختیاراً کھاتے ہی رہتے ہیں۔

اب امر مستفسر یہ ہے کہ:

۱۔ ایسی مشین کا ذبیحہ جائز ہے یا حرام؟

۲۔ چونکہ سر دھڑ سے جدا ہو جاتا ہے اس کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

۳۔ اگر یوں مشین کے کٹے ہوئے جانور خصوصاً مرغی وغیرہ کی تجارت کی جائے خواہ مسلمانوں سے یا غیر مسلموں سے تو یہ تجارت صحیح ہوگی یا غلط؟ حرمت و حلت کا کیا حکم ہے؟

۴۔ ایسے کٹے ہوئے جانوروں کی چربی اور ہڈی کے گودے کا استعمال اشیائے خوردنی یا غیر خوردنی صابن، شیمپو اور برتن دھلنے کے پاؤڈر وغیرہ میں کیسا ہے؟ کیونکہ یہاں صابن و شیمپو وغیرہ میں اس طرح کٹے ہوئے جانوروں کی چربی و مغز کا استعمال بہ کثرت ہے۔ آیا اُن کا صرف کھانا حرام ہے یا اور دیگر طرح سے بھی استعمال ممنوع ہے؟ منع کا تعین جواز یا عدم جواز سے کیسا ہے؟

۵۔ یہاں جتنی بھی چیزیں دوکانوں پر بکتی ہیں امریکی حکومت کے حکم کے تحت ان کے فارمولے ان کے پیکٹوں پر درج ہوتے ہیں۔ مگر کبھی کبھار بڑا مبہم سا لفظ ہوتا ہے جیسے "چربی" مطلق۔ نہ تو اس میں گائے بکری اور نہ ہی مذبوح غیر مذبوح کی تفصیلات ہوتی ہیں، تو ان کا استعمال کیسا ہے؟

۶۔ کیا شرع میں ایسی کوئی شکل ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر مشین کا بٹن دبا دیا جائے تو اس سے جتنی مرغیاں کٹیں یا ذبح ہوں اُن کا کھانا جائز ہو جائے؟ یا اور کوئی ایسی صورت جس سے جواز کا پہلو نکلے؟

۷۔ مشین کی وہ چھری جو خنزیر کے اوپر چل چکی ہے اگر وہی چھری بکری وغیرہ پر بغیر دُھلے یا دُھل کر استعمال کی جائے تو کیا اس سے ذبح کردہ

حلال جانور کھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟
قرآن مقدس، احادیث کریمہ اور اقوالِ فقہائے مذاہب اربعہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں کیونکہ یہاں چاروں اماموں کے مقلدین رہتے ہیں۔

بینوا توجروا

المُستفتی
محمد قمر الحسن قادری
خطیب و امام مسجد النور "اہل سنت و جماعت"
۶۴۴۳۔ پریسٹ ووڈ، ہوسٹن
ٹیکس ۷۷۰۸۱، شمالی امریکہ

مشینی ذبائح کے مشاہدین کی رپورٹ

کویت کی متعدد تجارتی و غذائی تنظیموں اور اداروں کے نمائندہ حضرات نے یورپ اور جنوبی امریکہ کے ان متعدد ممالک کا دورہ کیا جہاں سے کویت کو مختلف جانوروں کے گوشت درآمد کئے جاتے ہیں۔ دورہ کے دوران وہاں کے ذبح خانوں میں ذبح کے جو طریقے اور تفصیلات ان کے مشاہدہ میں آئیں، وہ یہ ہیں۔

۱۔ مشینی چھری کے ذریعہ ذبح کے سلسلہ میں یہ بات مشاہدہ میں آئی کہ جانور کو ذبح کرنے سے پہلے بجلی کا جھٹکا ضرور دیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں بسااوقات ذبح سے پہلے ہی پرندہ کی موت ہو جاتی ہے کیونکہ اپنی جگہوں سے ذبح خانہ تک منتقلی میں پرندے بے بس ہو چکے ہوتے ہیں پھر انھیں بجلی کے جھٹکے سے گزارا جاتا ہے۔

۲۔ یہ بات دیکھنے میں آئی کہ مشینی چھری سے ذبح میں بیشتر اوقات ذبح کی جگہ کے علاوہ دوسری جگہوں مثلاً سر یا سینہ کو چھری کاٹ دیتی ہے، یا پرندوں کی وہ تمام رگیں نہیں کٹتی ہیں جن کا کٹنا ضروری ہے، یا کبھی چونچ کے نچلے حصہ کو کاٹتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ پرندوں کے جسم اور وزن مختلف ہوتے ہیں، ایسی غلطیوں کا تناسب 30% سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

۳۔ گایوں کو ذبح کرنے سے پہلے الکٹرک پستول کا استعمال کیا جاتا ہے، اسکے نتیجہ میں جانور کی کھوپڑی میں سوراخ ہو جاتا ہے اور اس کے اندر مغز کا ایک حصہ چور ہو جاتا ہے اور بغیر کسی واضح یا فطری حرکت کے وہ زمین

پر گر جاتا ہے، پھر چاقو سے اسکو ذبح کیا جاتا ہے۔ ذبح کے بعد دیکھا گیا کہ بعض جانوروں کے اندر کسی قسم کی حرکت نہیں ہوتی ہے اسی طرح اگر پستول مارنے کے بعد چاقو سے ذبح کرنے میں آدھے منٹ کی بھی تاخیر کردیجائے تو جانور مردہ ہو جاتا ہے۔

(یہ رپورٹ مجمع الفقہ الااسلامی، دہلی کے ایک مراسلہ کے ذریعہ معلوم ہوئی)

خلاصۂ جوابات

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وحدہٗ وَالصلوٰۃ والسّلام علیٰ مَن لا نَبِیّ بَعْدَہٗ

وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَصحبہٖ وجندہٖ وحزبہٖ

مشینی ذبائح کے سلسلے میں تفصیلی معلومات کے لئے پوری کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے ہم یہاں صرف جوابات کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین کررہے ہیں تاکہ ایک نگاہ میں تمام ضروری احکام سامنے آجائیں۔

(۱) مشین کے ذریعہ جو جانور ذبح ہوتے ہیں وہ چاروں مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں حرام ہیں ان کا حکم شرعاً وہی ہے جو مُردار کا ہے۔ کیونکہ جانور کے حلال ہونے کے لئے بالاتفاق یہ شرط ہے کہ ذابح صاحب عقل و شعور ہو، نیز مسلم یا کتابی ہو حالانکہ مشینی نظام ذبح میں ذابح کوئی صاحب عقل و شعور مسلم یا کتابی نہیں ہوتا بلکہ محض "بجلی" ہوتی ہے جو یقیناً ان تمام اوصاف سے خالی ہے۔

انسان کا کام یہاں صرف یہ ہے کہ مشین سے بجلی کا رشتہ کٹا ہوا تھا اس نے بٹن دباکر اسی رشتے کو جوڑ دیا وبس۔ اس کے بعد بجلی اپنی خداداد قوت تحریک سے مشین کو حرکت میں لاتی ہے مشین میں چونکہ چھُرا نٹ ہوتا ہے اس لئے اس کی زد میں جو جانور بھی آجاتے ہیں خود سے کٹ جاتے ہیں۔ بجلی عام بے جان چیزوں کی طرح ساکن و بے حرکت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی ابتدائے آفرینش سے مسلسل تگ ودو میں ہے حرکت اس کا لازمہ ہے، تحریک اس کی فطرت ہے وہ ایک عجیب وغریب توانائی ہے جو خود چلتی ہے اور مشین کو چلاتی ہے اسی لئے قرآن حکیم میں اس کے فعل کی نسبت اس کی طرف کی گئی۔ مثلاً ارشاد باری ہے:

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۔ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ

تو مشین چلانا بجلی کا کام ہے اس لئے ذابح بھی وہی ہوئی۔ لہذا اس کا ذبیحہ حرام ہوا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے لیٹے ہوئے جانور کی گردن پر اوپر سے چُھر اگر جائے اور وہ اس کا گلا کاٹ دے یہ یقیناً حرام ہے یونہی مشینی ذبیحہ بھی حرام ہے۔

یہ ذبیحہ حرام ہونے کی ایک دوسری وجہ یہ ہے کہ بہت سی جگہوں پر ذبح کا کام عیسائی انجام دیتے ہیں اور آج کل کے عیسائی کا ذبیحہ حرام ہے کیونکہ وہ عموماً دہریہ ہوتے ہیں یا کم از کم ان کا کتابی ہونا مشکوک ہے۔ نیز وہ ذبح کے قائل نہیں اسی لئے فقہائے کرام نے انھیں یہود سے بدتر قرار دیا ہے اور باب ذبح میں انھیں مجوسیوں کے جیسا ٹھہرایا ہے۔ یونہی آج کل کے یہود کا ذبیحہ بھی حرام ہے کہ وہ خاص ذبح کے وقت میں قصداً

(۲) مشینی نظام ذبح میں ایسا ہوتا رہتا ہے کہ جانوروں کے سر کٹ کر دھڑ سے جدا ہو جاتے ہیں۔ اسے بعض نام نہاد فقیہوں نے وجہِ حرمت قرار دیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ ہرگز دلیل حرمت نہیں کیونکہ اس کے باعث ذبح شرعی میں کوئی خلل نہیں واقع ہوتا حنفی مذہب کی کتب معتمدہ میں اس کی واضح صراحت موجود ہے یہی قول امام احمد بن حنبل اور دوسرے ائمہ کا بھی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے المغنی میں یہ انکشاف فرمایا ہے کہ "امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہی قول حضرت عمر و ابن عباس و عطاو حسن و نخعی و شعبی و زہری و شافعی و اسحاق و ابو ثور و اصحاب رائے کا ہے" (المغنی ص ۵۸۰ ج ۸)

تو مشینی ذبیحہ کے حرام ہونے کی وجہ وہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) مشینی ذبائح کا گوشت چونکہ مردار کے گوشت کی طرح حرام ہے اس لئے اس کی خرید و فروخت بھی حرام و گناہ ہے البتہ غیر مسلم کے ہاتھ اسے بیچنے کی اجازت ہے جیسے

اس کے ہاتھ مُردار بیچنے کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) مشینی ذبائح کی چربی، بھیجہ، ان کی ہڈیوں کے مغز کھانے کی جن چیزوں میں ملائے جاتے ہیں ان کا کھانا حرام و گناہ ہے کہ یہ سب مُردار کے اجزا ہیں۔

اور کھانے کے سوا خارجی استعمال کی جن چیزوں میں انھیں ملایا جاتا ہے جیسے صابن، شیمپو، دُھلائی پاوڈر وغیرہ ان کا استعمال جائز و درست ہے کہ مُردار کا بھیجہ اور مغز بالاتفاق پاک ہے اور چربی مذہب راجح پر مطلق ذبح سے پاک ہوجاتی ہے گو ذبح غیر شرعی سہی!

چربی کی پاکی کے بارے میں چونکہ فقہا کے درمیان اختلاف ہے اس لئے اس کی ملاوٹ والی چیزوں کے استعمال کے سلسلے میں فتویٰ جواز اور تقویٰ احتراز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) نصاریٰ (عیسائیوں) کی مصنوعات کے جن پیکٹوں پر صرف لفظ "چربی" لکھا ہوتا ہے اور تحقیق سے یہ معلوم نہیں کہ یہ چربی مذبوح کی ہے یا غیر مذبوح کی۔ تو ان کا کھانا حرام ہے اور ان کا خارجی استعمال جائز ہے مگر احتراز بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) آج کل مشین سے جانور کے ذبح ہونے کا جو طریقہ پایا جاتا ہے وہ اسلامی طریقۂ ذبح کے بالکل خلاف ہے اس لئے موجودہ مشینوں کے ذبائح کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

ہاں اگر کوئی ایسی مشین ایجاد کی جائے جس کا چُھرا بجلی کی قوت سے نہ چلے بلکہ صرف آدمی کی قوت سے چلے تو اس سے سو دو سو جتنے جانور ایک ساتھ ذبح ہوں گے سب حلال قرار پائیں گے واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) خنزیر جس چھری سے ذبح ہوا وہ ناپاک ہو گئی مگر دھو دینے سے پاک ہو جائے گی اب

اگر ایسی چھری سے حلال جانور ذبح ہو جائے تو وہ ناپاک نہ ہو گا۔ اور اس چھری کا استعمال اس کے حرام ہونے کی دلیل نہیں کہ دھو دینے کے بعد چھری پاک ہو جاتی ہے اور اس کے باعث ذبح میں کوئی خلل نہیں واقع ہو تا۔ وہ حرام اس لئے ہے کہ بجلی اسے مشین سے ذبح کر رہی ہے جیسا کہ گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) اگر مذبح (سلاٹر ہاؤس) سے گوشت کوئی غیر مسلم لاتا ہے اور مسلمان اسے فروخت کرتا ہے یا غیر مسلم ہی فروخت بھی کرتا ہے تو دونوں صورتوں میں یہ گوشت خریدنا اسے کھانا، دوسروں کو کھلانا حرام و گناہ ہے۔

وجہ یہ ہے کہ جانور اگر چہ شرعی طریقے کے مطابق ذبح کیا گیا ہو تاہم اسے حلال رہنے کے لئے ضروری ہے کہ ذبح کے وقت سے خریداری کے وقت تک وہ برابر مسلمان کے پیش نظر رہے تھوڑی دیر۔ کے لئے بھی اس کی نگاہ سے او جھل نہ ہو ورنہ حرام ہو جائے گا یہ وہی صورت ہے۔ اس باب میں کتابی یہودی کا حکم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسلم کے جیسا ہے۔ اور بقیہ تین اماموں کے نزدیک احتیاطاً غیر مسلم کے جیسا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) جو گوشت ایک ملک سے دوسرے ملک بذریعہ طیارہ سپلائی کیا جاتا ہے اس کا حکم وہی ہے جو نمبر ۸ کا ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے بھی مسلمان کی نگاہ سے او جھل ہوا تو حرام ہے۔ اس لئے حجاج کو پیکٹوں کے گوشت سے سخت احتراز و احتیاط کرنی چاہئے کہ وہ گوشت مشینی ذبائح کا ہو تا ہے جو چاروں مذہب میں حرام ہے۔ پھر وہ ایک ملک سے دوسرے ملک سپلائی ہو کر آتا ہے جس میں عموماً اسلامی شرائط کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ خدائے پاک ہم سب کو رزق حلال حاصل کرنے اور اسے ہی کھانے کہ توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اب تفصیلی جواب کا مطالعہ فرمائیے۔

تفصیل و تحقیق

- ☆ ذبح کی حقیقت
- ☆ ذبح کے شرائط
- ☆ ذابح کا مفہوم
- ☆ بجلی کی حیرت انگیز تاثیر
- ☆ اشکالات کے حل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ ربّ العٰلمین ÷ والصّلوٰۃ و السّلامُ علیٰ حبیبہٖ سیّدِ المرسلین ÷ و علیٰ الہٖ و صحبہٖ اجمعین ÷

جانوروں میں اصل حرمت ہے، ان کے حلال ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کی ہدایت کے مطابق ان کے بدن سے خون بہا دیا جائے، اسلام نے مختلف جانوروں میں خون بہانے کے مختلف طریقے بتائے ہیں، جو یہ ہیں:

ا۔ بدن کے کسی حصے میں بسمِ اللّٰہ پڑھ کر زخم لگا دینا۔ یہ حکم شکاری جانوروں کے لئے ہے جو انسانوں سے بدک کر بھاگتے ہیں، یونہی ان گھریلو جانوروں کے لئے بھی جو بدک کر قابو سے باہر ہو چکے ہوں۔ ان کے بارے میں مذہب اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ ان کو نیزہ، تیر، یا کسی بھی دھاروالے ہتھیار سے، یا سکھائے ہوئے کتے، یاباز وغیرہ سے بسمِ اللّٰہ پڑھ کر زخمی کر دیا جائے اور قابو میں آنے سے پہلے وہ اسی زخم سے دم توڑ دیں۔ ایسے جانوروں کے حق میں یہ زخم لگا دینا بوجہ مجبوری ذبح تسلیم کیا گیا ہے، اسے فقہ کی اصطلاح میں "ذبحِ اضطراری" کہا جاتا ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے 'وہ فرماتے ہیں کہ غنیمت میں ہم کو اونٹ اور بکریاں ملی تھیں ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا، ایک شخص نے اسے تیر مار کر گرادیا، حضور ﷺ نے فرمایا ان اونٹوں میں سے بعض اونٹ وحشی جانوروں کی طرح ہو جاتے ہیں جب تم کو اس پر قابو نہ ملے تو اس کے ساتھ یہی کرو (بخاری و مسلم)

۲۔ اونٹ کو حلال کرنے کا طریقہ نحر ہے یعنی.... "حلقوم کے آخری حصہ میں نیزہ وغیرہ بھونک کر رگیں کاٹ دینا" (بہار شریعت ۱۵/۱۱۵ عالمگیری، درمختار)

۳۔ بقیہ جانوروں اور پرندوں کے حلال کرنے کا طریقہ ذبحِ اختیاری ہے یعنی بِسمِ اللّٰہ پڑھ کر ان کے گلے کی تینوں یا چاروں رگیں کاٹ دی جائیں جیساکہ یہی معروف و معہود ہے۔

یہ جانور ذبح کرنے والے کے اختیار و قابو میں ہوتے ہیں اسلئے اسے فقہ کی زبان میں "ذبحِ اختیاری" کہا جاتا ہے۔ نحر بھی ذبح اختیاری ہی کی ایک قسم ہے۔

مشین کے ذریعہ جن جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے وہ یہی تیسری قسم کے جانور ہیں اس لئے آئندہ ہماری ساری گفتگو "ذبح اختیاری" کے تعلق سے ہوگی اِن شاء اللّٰہُ عزّوجلّ۔

ذبح (اختیاری) سے جانور کے حلال ہونے کے لئے شریعت طاہرہ نے چند شرطوں کا لحاظ ضروری قرار دیا ہے:

۱۔ ذبح کرنے والا صاحب عقل و شعور ہو۔

۲۔ مسلمان ہو یا کم از کم کتابی ☆

۳۔ وہی ذبح کا مباشر ہو یعنی اپنے قصد و اختیار سے جانور کے گلے کی رگیں کاٹے۔

۴۔ وقت ذبح خود ذابح اللہ کا نام لے، مثلاً "بِسمِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکبر" پڑھے۔

☆ کتابی: وہ غیر مسلم جو اللہ عزوجل کے وجود کا قائل ہو اور ساتھ ہی اس کی کسی کتاب اور نبی پر ایمان رکھتا ہو۔ ایسے غیر مسلم اس زمانے میں زیادہ تر یہود اور کچھ عیسائی ہیں وبس ۱۲ ن رضوی

۵۔ ذابح کے بارے میں مسلم یا کتابی ہونا وثوق سے معلوم ہو، صرف مشکوک نہ ہو ☆

ارشاد باری ہے

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ (۱)

تو کھاؤ اس (جانور) میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا، اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو۔

نیز ارشاد باری ہے:

وَلَا تَاكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ط(۲)

اور اسے نہ کھاؤ جس پر (وقتِ ذبح) اللہ کا نام نہ لیا گیا، اور وہ بیشک حکم عدولی ہے

سورۂ مائدہ میں فرمایا گیا:

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ (۳)

اہل کتاب کا طعام (ذبیحہ) تمھارے لئے حلال ہے۔

ہدایہ میں ہے:

"ذبیحہ اسی شخص کا حلال ہوگا جو نام الٰہی لینے اور ذبح کرنے کا شعور رکھتا ہو ..... کیوں کہ ذبیحہ پر نام الٰہی لینا نص سے مشروط ہے اور ظاہر ہے کہ

(۱) القرآن الحکیم س:الأنعام ٦ ـ آية ١١٩ ـ

(۲) القرآن الحکیم س:الأنعام ٦ ـ آية ١٢٢ ـ

(۳) القرآن الحکیم س:المائده ٥ ـ اية ٥ ـ

☆ فقہا فرماتے ہیں کہ ذبح کی ہوئی بکری ملی مگر یہ معلوم نہیں کہ ذبح کرنے والا مسلم یا کتابی ہے، یا نہیں تو بکری حرام ہے۔ الدرالمختار، کتاب الصيد ص٦٦ ج١٠ ـ حاشية القليوبي على المحلى، ص ٢٤١ ج٤ یہاں سے معلوم ہوا کہ ذابح کے مسلم یا کتابی ہونے کا علم بھی شرط ہے ۱۲ان رضوی

نام الٰہی لینا قصد سے ہوگا اور قصد صاحبِ عقل و شعور ہی کر سکتا ہے"(۱)

ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ذابح کے لئے اول الذکر چاروں اوصاف کا جامع ہونا ضروری ہے، ورنہ اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ اسی کو فقہ حنفی کی معتمد کتاب تنویر الابصار و دُرِ مختار میں یوں بیان کیا گیا:

وشُرِط كَوْنُ الذّابِحُ مُسْلماً، أو كِتابيًا يعقِلُ التَّسمِيَّةَ والذّبحَ ويَقدرُ۔ وفيها(أى البزازيه): تشترط التَّسمِيَّةُ مِن الذّابح حالَ الذبِح۔ اھ ملخصا۔(۲)

ذابح کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ مسلمان ہو، یا کتابی جو نام الٰہی لینے اور ذبح کرنے کا شعور رکھتا ہو، نیز وہ ذبح پر قادر بھی ہو۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ ذابح وقتِ ذبح اللہ کا نام لے۔

ردالمحتار میں امام زیلعی کے قول "لاَنّ الشَّرط اَن یذبحه' انسان" کے تحت ہے لَعَلّ مرادالزّیلعی لایحلّ اِذاقدر علی الذّکاةالإختیاريّة، وإلّا فجرحُ الإنسان مباشرةً لیس شرطًافی الذکاةالإضطرارية۔ شاید امام زیلعی کی مراد یہ ہے کہ شکاری جب ذبحِ اختیاری پر قادر ہو تو شکار حلال نہیں، ورنہ ذبحِ اضطراری میں "جرحِ مباشرت" (خود زخمی کرنا) شرط نہیں۔(۳) اس عبارت کے مفہوم مخالف سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ذبح اختیاری میں ذبح مباشرت شرط ہے کہ تصانیف میں مفہوم مخالف حجت ہے نیز قصد و قدرتِ ذبح کی شرط بھی ذبحِ مباشرت کو لازم گردانتی ہے کمالا یخفیٰ علیٰ خُدّام الفقه۔

ذبح کی یہ شرطیں سراج الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے

---

(۱) ألهداية ص ۳۳٤ ج ٤ ۔ أوّل كتابِ الذبائح۔

(۲) تنویر الأبصار و درمختار فوق رد المحتار ص ٤٢٧ ۔إلی ص ٤٣٨ ج۹، ذبائح، دارالباز۔

(۳) رد المحتار ص ٤٣٨ ج۹ كتاب الذبائح۔ دارالباز

مذہب میں ہیں اور امام مالک و امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی ان تمام شرطوں کو ذبح کے لئے لازم گروانا ہے۔ چنانچہ علامہ اجل ابو محمد ابن قدامہ مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:

أمّاالذابح: فیعتبرله شرطان۔
۱۔دینه، وهو کونه مسلماً أو کتابیاً۔
۲۔وعقله، وهوأن یکون ذاعقل یعرف الذبح لیقصد (۱)

ذابح کے لئے دو شرطیں ہیں، ایک تو یہ کہ وہ صاحب دینِ سماوی ہو، مسلمان ہو، یا کتابی۔ دوسرے یہ کہ صاحبِ عقل ہو جو ذبح کو سمجھتا ہو تاکہ ذبح کے قصد سے ذبح کرے۔

یہی علامہ موصوف ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

ویشترط أن یکون عاقلاً، فإن کان طفلا أومجنونالایعقل لم یصحّ منه الذبح۔ وبهٰذاقال مالك، اھ(۲)

ذابح کے لئے عاقل ہونا شرط ہے، لیکن اگر وہ ناسمجھ بچہ ہو، یا پاگل ہو تو اس کا ذبح کرنا صحیح نہ ہوگا یہی قول امام مالک کا بھی ہے۔

اور اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں:

"ذبح کے لئے قصد کا اعتبار ہے اور قصد کے لئے عبادت کی طرح سے عقل درکار، کیونکہ جسے عقل نہیں اس کا قصد صحیح نہیں تو اس کا ذبح ایسا ہی ہوگا جیسے بکری کے حلق پر چاقو خود سے گرا اور اسے ذبح کر دیا"(۳)

نیز مختصر ابی القاسم اور اس کی شرح مُغنی میں ہے:

---

(۱) المُغنی علیٰ مختصرأبی القاسم الخرقی۔ص۵۷۳ ج۸ مکتبةالریاض الحدیثة۔

(۳،۲) المُغنی علیٰ مختصرأبی القاسم الخرقی۔ص۵۸۱ ج۸ مکتبةالریاض الحدیثة۔

(إن ترك التسمية على الذبيحة عامداً لم تؤكل وإن تركها ساهياً أكلت)

اگر ذابح نے ذبیحہ پر "بسم اللہ" قصداً نہ پڑھا تو ذبیحہ نہ کھایا جائے، اور اگر بھول سے نہ پڑھا تو کھایا جائے۔

أمّا التّسميةُ: فالمشهور من مذهب أحمد أنّها شرط مع الذكر۔۔ وبه قال مالك، وأبو حنيفة وإسحاق(١)

امام احمد بن حنبل کا مذہب مشہور یہ ہے کہ بسم اللہ یاد ہو تو وہ ذبح کے لئے شرط ہے۔ یہی قول امام مالک و امام ابو حنیفہ واسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔

شوافع کے نزدیک "بسم اللہ" پڑھنا صرف سنت ہے، شرطِ ذبح نہیں۔ اور بقیہ شرائط کو وہ بھی ذبح کے لئے لازم گردانتے ہیں۔ چنانچہ فقہ شافعی کی مستند کتاب فتح المعین میں ہے:

وشرطُ الذابح أن يكون مسلماً، أو كتابياً۔۔ وأن يكون الذابحُ رجلًا عاقلًا فامرأةً۔ اھ ملخصاً۔(٢)

ذابح کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو، یا کتابی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عاقل ہو، چاہے مرد ہو یا عورت۔

مذہب شافعی کے معتمد فقیہ، شیخ الاسلام زکریا انصاری متن المنہاج میں لکھتے ہیں:

شُرط في الذبح قصد، فلو سقطت مُديةٌ على مَذبح شاةٍ، أو احتكتْ بها فانذبحت،

ذبح کے لئے "قصدِ ذبح" شرط ہے لہٰذا اگر چھرا بکری کے حلق پر گرا، یا بکری نے چھرے سے گلا کھجلایا اور ذبح ہو گئی، یا

---

(١) المغنى لابن قُدامة ص٥٦٥ ج٨ مكتبة الرياض الحديثة

(٢) فتح المعين بشرح قرة العين ص ٢٢٠، ٢٢١ مكتبة الأمين، منجيرى۔

أو استرسلت جارحة بنفسها فقتلت۔۔ حرم (١)	کوئی دھاردار چیز چھوٹ گئی اور بکری کو مار ڈالا تو تمام صورتوں میں وہ حرام ہے۔

فقہ شافعی کے معتمد الفتاویٰ، ناصر السنۃ شیخ ابو زکریا نووی شرح مسلم میں رقمطراز ہیں:

قدأجمع المسلمون على التّسمية عندَ۔۔۔الذبح۔ واختلفوا في أنّ ذلك واجب أم سُنّةٌ۔فمذهب الشافعي و طائفةٍ أنّهاسنّة، فلوتركها سهواً، أو عمداًحلَّ الصيدُوالذبيحةُ۔	وقتِ ذبح "بسم اللہ" پڑھنے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، اختلاف اس بارے میں ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت۔ تو امام شافعی اور ایک گروہ علماء کا مذہب یہ ہے کہ یہ سنت ہے لہٰذا اگر ذابح نے بھول سے یا قصداً بسم اللہ چھوڑ دیا تو بھی شکار و ذبیحہ حلال ہے۔
وقال أبو حنيفة و مالك و الثورى و جماهيرالعلماء: إن تركها سهواً حلّت الذبيحة، وإن تركها عمداً فلا۔ وعلىٰ مذهبِ أصحابنايكره تركُها، و قيل: لايكره،بل هوخلافُ الأولىٰ والصّحيح الكراهةُ۔ إھ ملخصاً(٢)	اور امام ابو حنیفہ و مالک و ثوری اور جمہورِ علما کا مذہب یہ ہے کہ اگر بھول سے بسم اللہ نہ پڑھا تو ذبیحہ حلال ہے اور قصداً نہ پڑھا تو حرام ہے۔ اور ہمارے ائمہ شافعیہ کے مذہب پر مکروہ (تحریمی) ہے اور کہا گیا کہ بسم اللہ نہ پڑھنا مکروہ نہیں، صرف خلاف اولیٰ ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ مکروہ (تحریمی) ہے۔

(١) متن المنهاج على هامش منهاج الطالبين وعمدةالمفتين ص١٢٣، كتاب الصيدوالذبائح۔

(٢)شرح النووى لصحيح مسلم ص١٤٥ ج٢، كتاب الصيدوالذبائح، اصح المطابع

(۵) محلِ ذبح بالاجماع پورا حلق ہے یعنی دونوں داڑھ کے نیچے سے سینے کی ہڈی تک۔ حضور سیّد عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلذَّ کَاۃُ مَابین اللَّبۃِ وَاللَّحْیَیْنِ۔(۱) — ذبح دونوں داڑھ اورلَبَّہ(ہنسلی کی ہڈی) کے درمیان ہے۔

حضرت ابوہُریرہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بُدیل بن ورقاء خزاعی کو بھیجا کہ وہ مِنیٰ کی گلیوں میں یہ اعلان کردیں:

أَلَا، إنّ الذّ کاۃَ فی الحلق و اللَّبۃِ(۲) — سن لو، ذبح حلق میں لَبَّہ تک ہے۔

علامہ ابن قُدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امّاالمحل: فالحلق واللَّبّۃُ ـــ ولا یجوزالذبح فی غیرھٰذا المحل بالاجماع ـاِھ ملخّصاً(۳) — محل ذبح حلق اور لبہؔ (ہنسلی کی ہڈی) ہے اور اس محل کے سوا دوسری جگہ ذبح بالاجماع جائز نہیں۔

شیخ الاسلام امام نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

فالمقدورعلیہ لایحلّ إلاّبِالذَّبحِ فی الحلق و اللَّبۃِ وھٰذا مجمعٌ علیہ (٤) — جس جانور کے ذبح پر قدرت ہو وہ حلق اور لبہؔ میں ہی ذبح کرنے سے حلال ہوگا، اس پر اجماع ہے۔

---

(۱) السنن الکبریٰ للامام البیھقی ص۲۷۸ ج۹ ونصب الرایہ کتاب الذّبائح ص۱۸۵ ج٤

(۲) دارقطنی ص٥٤٤، کتاب الصیدوالذبائح۔ نصب الرایۃص۱۸۵ ج٤، کتاب الذبائح۔

(۳) اَلمُغنی لابن قُدامَۃص٥٧٥ ج٨، کتاب الصّیدو الذبائح، مکتبۃالریاض۔

(٤) شرح النووي لصحیح مسلم ص١٥٧ ج٢،باب جوازالذبح بکلّ ما أنھرالدم۔

حلق ولبۃ میں چار رگیں ہیں :

حلقوم : سانس کی نالی۔

مری : غذا کی نالی۔

وَدَجَین : دونوں شہ رگ یعنی خون کی دونوں نالیاں۔

اس بات پر اجماع ہے کہ ذبح کامل چاروں رگوں کے کٹنے سے ہوگا۔ مگر ذبح شرعی کے تحقق کے لئے کتنی رگوں کا کٹنا ضروری ہے اس میں اختلاف ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذبح شرعی کے لئے کم از کم تین رگوں کا کٹنا ضروری ہے، اگر رگیں تین سے کم کٹیں تو جانور حلال نہ ہوگا۔

یہی موقف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے مگر وہ رگوں کی تعیین کرتے ہیں کہ خاص طور پر سانس کی نالی اور دونوں شہ رگ کا کٹنا ضروری ہے اور امام شافعی و امام احمد بن حنبل رَحمھُما اللہ یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ سانس اور غذا کی نالیوں کا کٹ جانا ضروری ہے اور شہ رگ کا کٹنا ضروری نہیں، صرف مستحب ہے۔

نووی شرح صحیح مسلم میں ہے :

قال الشافعی وأصحابُه ومُوَافِقُوهُم: لا یحصل الذکاۃ إلّا بِقَطعِ الحلقوم والمری بِکمالِھَا ویُستحبّ قطع الودجین ولایشترط ھذا۔وھٰذا أصحُّ الروایتین عن أحمد۔	امام شافعی، ان کے اصحاب، اور ان کے ہمنواؤں کا موقف ہے کہ ذبح کا وجود نہ ہوگا جبتک کہ سانس کی نالی اور غذا کی نالی دونوں پورے طور سے نہ کٹ جائیں اور شہ رگ کا کٹنا مستحب ہے، شرط نہیں۔ امام احمد سے بھی صحیح تر روایت یہی ہے۔

قال ابن المنذر:قال ابوحنيفة: إذاقطع ثلاثةمن هٰذہٖ الأربعةأجزاه وقال مالك: يجب قطع الحلقوم والودجين ولايشترط المرى۔إھ ملخصا (۱)

ابن المنذر کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ چاروں رگوں میں سے تین رگیں کٹ جائیں تو یہ ذبح کے لئے کافی ہے۔

اور امام مالک فرماتے ہیں کہ سانس کی نالی اور دونوں شہ رگ کا کٹنا واجب ہے، غذا کی نالی کا کٹنا شرط نہیں۔

ٹھیک یہی صراحت علامہ ابن قدامہ حنبلی نے بھی کی ہے (۲)

ان شرائط کے علاوہ کچھ اور بھی شرائط ہیں، مثلاً:

☆بسم اللہ پڑھنے سے مقصود ذبح پر بسم اللہ پڑھنا ہو۔

☆ذبح کے وقت غیر خدا کا نام نہ لیا جائے۔

☆ جانور وقتِ ذبح زندہ ہو۔

☆ذبح کے وقت سے خریداری کے وقت تک برابر مسلمان یا کتابی کی نگرانی میں رہے، اس شرط پر تفصیلی گفتگو اِن شاء اللہ العزیز ص ۱۳۷ تکملہ میں ہوگی۔

ان شرائط کو جب ہم مشینی ذبائح میں تلاش کرتے ہیں تو صرف پانچویں شرط ایک حد تک موجود نظر آتی ہے کہ مشین کا چھرا زیادہ تر جانوروں کے حلق پر چلتا ہے مگر پرندوں کی ایک بڑی تعداد ذبح ہونے کے بجائے سر یا سینہ کٹنے سے مر جاتی ہے۔ یہ تعداد ۳۰ فیصد سے زیادہ ہوتی ہے ایسے پرند چاروں مذہب میں حرام و مُردار ہیں کہ ذبح کیلئے بالاجماع حلق کٹنا شرط ہے جو یہاں معدوم ہے

---

(۱) شرح النووی لِصحیحِ مسلم ص١٥٦ ج٢،باب جوازالذبح بکلّ ما أنهرالدم۔

(۲) ألمغنی لابن قدامة ص٥٧٥ ج٨، كتاب الصّيدو الذبائح۔

اور پہلی چاروں شرطیں تو بالکل مفقود نظر آتی ہیں۔ کیونکہ اس طریقۂ ذبح میں کوئی شخص 'بسمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اکبر' پڑھ کر مشین کا بٹن دبا دیتا ہے اور الگ کھڑا ہو کر چپ چاپ مشین کے عملِ ذبح کا تماشہ دیکھتا ہے۔ یا بسم اللہ کا ورد کرتا رہتا ہے دونوں ہی صورتوں میں بسم اللہ پڑھنے والے کے ہاتھ میں نہ چاقو ہوتا ہے، نہ وہ اپنے ہاتھ سے جانور کو ذبح کرتا ہے، نہ ہی چاقو کے چلنے میں اس کی کوئی قوت صرف ہوتی ہے بس مشین بجلی کے سہارے چلتی رہتی ہے اور جانور کٹ کٹ کر گرتے رہتے ہیں۔

تو یہاں جو شخص صاحبِ عقل و شعور ہے اور بسم اللہ پڑھتا ہے وہ ذابح نہیں اور جو ذابح ہے وہ صاحب عقل و شعور نہیں بلکہ ایک بیجان مشین (بجلی) ہے۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ مشین صاحبِ عقل نہیں، مسلم یا کتابی نہیں، بسم اللہ پڑھنے کی اہل نہیں، اس میں قصد و ارادہ بھی نہیں اس لئے یہ ذبح ان تمام شرائط سے خالی ہے جو ذابح میں ضروری ہیں لہذا باجماع ائمہ اربعہ مشینی ذبیحہ حرام ہے۔

انسان کا کام یہاں صرف اتنا ہے کہ مشین کا رشتہ بجلی سے کٹا ہوا تھا اس نے بٹن دبا کر اسی رشتے کو جوڑ دیا۔ اب مشین میں بجلی از خود دوڑ رہی ہے اور خالص بجلی کی قوت و تحریک سے چاقو چل رہا ہے اور جانور چاقو کی زد میں آنے کی وجہ سے کٹ رہے ہیں۔

بجلی عام بے جان اشیا کی طرح نہیں ہے جن میں خود سے کوئی حرکت نہیں پائی جاتی، بلکہ یہ ایک ایسی پُراسرار شئ ہے جو اپنی گزرگاہ میں برابر رواں دواں رہتی ہے، تگ ودو اس کی فطرت ہے وہ تنہا ایک سکنڈ میں بے تکان

لاکھوں میل کا سفر طے کر لیتی ہے، ایسا نہیں ہے کہ بٹن دبانے والا اسے حرکت میں لاتا ہے اس کا کام تو صرف بجلی سے مشین کا رشتہ جوڑ دینا ہے، وبس۔ یہی وجہ ہے کہ اگر بجلی نہ ہو تو وہ ہزار بٹن دبائے مشین نہ چلے گی۔

اس لئے بٹن دبانا نہ ذبح ہے، نہ ہی دبانے والا ذابح۔ ذبح کا سارا کام تو خالص بجلی کی قوت و تحریک سے عمل میں آرہا ہے، تو ذبح بجلی کا فعل ہوا۔ اور یہ ناممکن ہے کہ ذبح تو بجلی کا فعل ہو اور ذابح انسان قرار پائے۔ علمائے اصول فرماتے ہیں:

مسئلة : لایشتق إسم الفاعل لِشیءٍ والـفعلُ قائمٌ بغیرہٖ۔۔ خلافاًللمُعتزلة۔۔لنا: ۔۔۔۔۔۔ ألإستقراء۔فإنّااستقریناالإطلاقاتِ اللُّغویّةَ وحَدَثَ لناعلمٌ ضروریٌ بأنّہ'لایُطلَقَ إسمُ الفاعل إلاّ علیٰ ماقام بہٖ الفعل، وإنکارہ' مُکابَرةٌ قطعاً . اھ۔ ملخّصا۔(۱)

مسئلہ: اسم فاعل کسی شی یا فعل کیلئے مشتق نہیں ہوتا جبکہ وہ فعل (شی) دوسرے کے ساتھ قائم ہو، معتزلہ کا موقف اس کے برخلاف ہے۔ ہماری دلیل استقراء ہے۔ ہم نے لغت میں مشتق کے اطلاقات کی پوری تفتیش اور چھان بین کی جس کے نتیجے میں ہمارے لئے یہ علم بدیہی حاصل ہو گیا کہ اسم فاعل کا اطلاق صرف اسی شیٔ پر ہوتا ہے جس کے ساتھ فعل قائم ہو۔ اور اس کا انکار قطعی مکابرہ وہٹ دھرمی ہے۔

معتزلہ ایک گمراہ فرقہ ہے جس نے اسلام میں کئی ایک کفری عقائد ایجاد کئے، ان کے سوا پوری امت و اربابِ لغت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اسم فاعل کا اطلاق صرف اسی پر ہوگا جس کے ساتھ فعل قائم ہے اور جس کی وہ

---

(۱) مُسلّم الثبوت وفواتح الرحموت ص۱۹۵ ج۱۔ ألمقالةالثالثةفی المبادی

صفت ہے۔

مسلۂ مجوثہ میں جب "ذبح" بجلی کا فعل ہے تو یہ اسی کے ساتھ قائم ہوا، اور اسی کی صفت ہوا تو "ذابح" بھی یہی بجلی قرار پائے گی، نہ کہ بٹن دبانے والا انسان۔

ایک خلجان کا ازالہ یہاں ایک خلجان یہ پیدا ہوتا ہے کہ فقہ حنفی کا قاعدہ ہے:

أضِيفَ الحكمُ إلى المُباشر (۱) — کام مُباشر کا قرار پاتا ہے۔

"مُباشر" کسے کہتے ہیں؟

اس کی تشریح حضرت علامہ سید احمد حموی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں فرمائی:

حَدّ المُباشرأن يحصل التّلف بفعلهٖ مِن غيرأن يتخلّل بين فعلهٖ والتلف فعلُ مختارٍ۔ كذافى الوَلْوَالجية مِن كتابِ القسمة۔ (۲)

مباشر وہ ہے جس کے فعل سے کوئی چیز تلف ہو، اور اس کے فعل اور تلف ہونے کے درمیان کسی بااختیار شخص کا فعل حائل نہ ہو۔ ایسا ہی وَلوالجیہ کے کتاب القسمۃ میں ہے۔

یہاں جانوروں کے ذبح ہونے اور فعل ذبح کے درمیان مشین کا عمل حائل ہے جو بااختیار نہیں، بلکہ ایک بے اختیار شئ ہے اس لئے مشین کا یہ واسطہ کالعدم قرار پائے گا۔ اور ذبح کی نسبت بٹن دبانے والے صاحبِ عقل انسان کی طرف ہوگی، یعنی ذابح و مباشر دراصل بٹن دبانے والا ہے، مشین کچھ نہیں۔

---

(۱) ألأشباه والنظائر(فى الفقه الحنفى) ص۲۳۷۔ ألقاعدة التاسعةعشر۔

(۲) غمزالعيون والبصائرشرح الأشباه والنظائرص۲۳۷۔ القاعدة التاسعةعشر۔

مگر یہ خلجان محض غلط فہمی سے پیدا ہوا ہے۔ مُباشر کی تعریف کو سامنے رکھ کر غور فرمائیے۔

یہاں "فعلِ تلف" جانور کو ذبح کرنا ہے اور "تلف" جانور کا ذبح ہو جانا۔ اگر "ذبح کرنا" بٹن دبانے والے عاقل و مسلم کا فعل ہوتا، پھر اس فعل اور جانور کے ذبح ہونے کے درمیان مشین کا واسطہ ہوتا تو اس قاعدے کے پیشِ نظر ذبح کی نسبت بٹن دبانے والے کی طرف کی جاتی اور اسے "ذابح و مباشر" قرار دیا جاتا۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ بٹن دبانا مُباشَرَتِ ذبح نہیں، بلفظ دیگر یہ "ذبح کرنا" نہیں کیونکہ "ذبح کرنا" یہ ہے کہ ذابح کا فعلِ مخصوص (گلے کی رگوں کو کاٹنا) مذبوح میں پایا جائے یعنی یہ "فعل" مذبوح کے ساتھ متصل ہو۔ اور یہاں بٹن دبانے والے کا کوئی فعل مذبوح کے گلے میں یا اس کے ساتھ متصل ہو کر نہیں پایا جاتا۔

فقہا فرماتے ہیں کہ عام راستے میں کسی نے ناحق کنواں کھودا اور کوئی شخص بے خیالی سے اس میں گر کر ہلاک ہو گیا تو کنواں کھودنے والے کو اس کا قاتل نہ کہیں گے، اس کی توجیہ ہدایہ و کفایہ میں یہ کی گئی:

إنّ القتل منه معد و مٌ حقيقةً لأنّ مباشرة القتل با تّصال فعلٍ من القاتل بالمقتولِ، ولم يُوجَد، وإنّما اتَّصلَ فعلُه' بالأرض۔(۱)	کنواں کھودنے والے کی طرف سے قتل درحقیقت معدوم ہے اس لئے کہ قتل کرنا (مُباشرتِ قتل) یہ ہے کہ قاتل کا فعل (مار ڈالنے کے سلسلے میں) مقتول کے ساتھ متصل ہو جبکہ یہاں کھودنے والے کا فعل زمین کے ساتھ متصل ہے، مقتول کے ساتھ نہیں۔

(۱) الكفاية شرح الهداية ص١٤٨، ج٩۔ كتاب الجنايات

یونہی بٹن دبانے والے کا فعل مشین کے ساتھ متصل ہے، ذبح ہونے والے جانور کے ساتھ نہیں۔ اس لئے جیسے زمین کھودنا قتل نہیں، یونہی بٹن دبانا ذبح نہیں تو بٹن دبانے والا "ذابح" و "مباشر" نہ ہوا، لہذا اس پر یہ قاعدہ منطبق ہی نہیں ہوتا۔

ذابح کا اجماعی مفہوم اس بات پر اہل حق کا اجماع ہے کہ اسم فاعل کا اطلاق صرف "مُباشِر فعل" پر ہوگا، مثلاً ضارب کا اطلاق مُباشِر ضرب پر اور تالی کا اطلاق مُباشِر تلاوت پر ہوگا یونہی ذابح کا اطلاق بالاجماع "مباشر ذبح" پر ہوگا۔

اختلاف اس بارے میں ہے کہ کسی پر اسم فاعل کے اطلاق کے لئے "مُباشرتِ فعل" زمانۂ حال میں ضروری ہے یا زمانۂ ماضی یا مستقبل میں بھی "مباشرتِ فعل" اطلاق کے لئے کافی ہے۔

تو مذہبِ مختار یہ ہے کہ زمانۂ حال میں مُباشرتِ فعل ضروری ہے۔ یعنی جو فی الحال فعل میں مشغول ہو اس پر فاعل کا اطلاق حقیقت ہے اور جو فعل کو انجام دے چکا، یا دے گا اس پر فاعل کا اطلاق مجاز ہے مگر بہر حال یہ اطلاق "مباشر فعل" پر ہی ہوگا، خواہ وہ فی الحال مباشر ہو یا ماضی، یا مستقبل میں مباشر ہو، جو مباشر نہیں ہے اس پر اسم فاعل کا اطلاق نہ حقیقت ہے نہ مجاز۔ مسلّم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

مسئلة: إطلاق المشتق كالضارب لِمُباشِر الضرب فى الحال حقيقةٌ إتفاقاً۔ و إطلاقُ المشتقِّ باعتبار المستقبل على

مسئلہ: مشتق مثلاً ضارِب کا اطلاق فی الحال مُباشِر ضرب (جو خود مار رہا ہو) کے لئے بالاتفاق حقیقت ہے اور جو عنقریب ضرب کا مُباشِر ہوگا یعنی خود کسی کو مارے گا اس کے لئے ضارب کا

ماسَبَّباشِرُمجازٌ إتفاقاًكذاقالوا۔ وأمّا إطلاق المشتق علیٰ مَن باشرَ فی الماضی فقیل: وهوالأصحّ المختار، مجازٌ مطلقاً، وقیل: حقیقةٌ مطلقاً۔ إھ ملخّص۔(۱)

اطلاق جیسا کہ علما نے فرمایا بالاتفاق مجاز ہے۔ اور جو شخص زمانۂ ماضی میں ضرب کا مباشر رہ چکا ہے یعنی خود مار چکا ہے اس پر مشتق مثلاً ضارب کا اطلاق مجاز ہے جیسا کہ یہی قول مختار ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس پر بھی مشتق کا اطلاق حقیقت ہے۔

اس عبارت سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مشتق کا اطلاق بہر حال فعل کے مُباشر پر ہوگا، حتی کہ اطلاقِ مجازی بھی مُباشر پر ہی ہوگا، غیرِ مباشر پر نہ ہوگا۔ لہٰذا ذابح کا اطلاق بھی صرف ذبح کے مباشر پر ہوگا اور جیسا کہ ثابت کیا گیا مشینی طریقۂ ذبح میں ذبح کا مباشر انسان نہیں، بلکہ بجلی ہے اس لئے ذابح در حقیقت وہی قرار پائے گی۔

ازالۂ شبہہ ممکن ہے کسی کو یہ شبہہ ہو کہ آلہ کا فعل اس کے چلانے والے کی طرف منسوب ہوتا ہے اور حقیقت میں وہی فاعل قرار پاتا ہے جیسا کہ بدائع کی اس عبارت سے نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے:

وَالرّکنُ فی الذّ کاةِ الإضطراریّةِ هوالجرح، وذلك مُضافٌ إلی الرّامی والمُرسِل، وإنّماالسّهم والکلبُ آلةُ الجرحِ،والفعل یضاف إلیٰ مُستَعمِلِ الاٰلَة، لا

ذبح اضطراری کا رکن "جرح" ہے یعنی زخمی کرنا، اور یہ زخم لگانا تیر پھینکنے والے اور کتا چھوڑنے والے کی طرف[عـہ] منسوب ہوگا کہ تیر اور کتا تو محض آلۂ جرح ہیں اور فعل آلہ استعمال کرنے والے کی طرف منسوب ہوتا ہے، نہ

---

(۱)مسلم الثبوت و فواتح الرحموت ص۱۹۳ج۱، المقالةالثالثه فی المبادی اللغویة۔

عـہ کتے کا فعل اس کے چھوڑنے والے کی طرف بوجہ ضرورت منسوب ہوتا ہے کمایاتی۔ ۱۲ان، رضوی

إلى الألة۔ إھ۔(۱) کہ آلہ کی طرف۔

مگر یہ شبہہ یہاں اس لئے بے بنیاد ہے کہ مشینی نظام ذبح مین انسان نہ مشین چلاتا ہے نہ چھرا۔ یہ تو صرف بٹن دباتا ہے اور مشین بجلی چلاتی ہے یونہی اس کا چھرا بھی بجلی چلاتی ہے جیسا کہ بیان کیا گیا اس لئے یہاں مشین یا آلہ کا فعل انسان کی طرف نہ منسوب ہوگا۔

جیسے کتا خود سے دوڑ کر جانور کو زخمی کردے، یا تلوار کے گرنے سے جانور ذبح ہوجائے، یا تیر دیوار سے ٹکرا کر کسی اور سمت میں جاکر جانور کو زخمی کرے، یا ہوا کے زور سے دوسری طرف جاکر جانور کو لگے تو ان تمام صورتوں میں فعل آلہ یا ہوا، وغیرہ کا مانا جاتا ہے صاحبِ آلہ کی طرف اس کا انتساب نہیں ہوتا، چنانچہ بدائع میں ہے:

وكذٰلِكَ الرّامِیُ إذا رَمیٰ صَیْدًا بِسَهْمٍ فَمَا أصَابَه فِي سَنَنِهٖ ذٰلِكَ وَوَجْهِهٖ أكِلَ، لِأنَّه إذامضیٰ فی سننه فلم يَنقطع حكم الرّمی، فكان ذهابُه بقوّة الرَّامِی، فكان قتلُه مضافاً إليهِ فيحِلّ ـــ فإن أمالتِ الريحُ السّهمَ إلیٰ ناحيةٍ أُخریٰ يميناً أوشمالاً فأصاب صيدًا اخر لم يؤكل لِأنّ السهمَ

تیر انداز نے شکار پر تیر چلایا، اور وہ سیدھا شکار کو جاکر لگا تو شکار حلال ہے، کھایا جائیگا۔ کیونکہ تیر جب اپنے نشانہ کی راہ سے گزرا تو اس سے تیر انداز کے چلانے کا حکم منقطع نہیں ہوا، بلکہ یہ وہی تیر ہے جو تیر انداز کی قوت سے چلا تھا، لہذا اس کا زخم تیر انداز کی طرف ہی منسوب ہوگا اور جانور حلال ہوگا۔ لیکن اگر ہوا نے تیر کو دائیں، بائیں، کسی اور سمت میں پھیر دیا اور وہ دوسرے شکار کو لگا تو وہ

(۱) بدائع الصنائع ص۴۹ ج۵۔ کتاب الذبائح والصّيود۔

إذا تحوّل عن سننهٖ فقد انقطعَ حکم الرّميِ فصارت الإصابة بغير فعل الرامی فلا يحِلُّ۔ کمالو کان علیٰ جبل سيف فَألقَتْهُ الرِّيحُ علیٰ صيد فقتَلَه‘ انّه‘ لايؤ کل، کذاھٰذا۔

نہیں کھایا جائے گا، کیونکہ تیر جب اپنی روش سے ہٹ گیا تو تیر اندازی کا حکم منقطع ہو گیا اور یہ شکار تیر انداز کے فعل سے زخمی نہ ہوا، لہذا جانور حلال نہ ہوگا۔ جیسے پہاڑ پر تلوار تھی، ہوا نے اسے شکار پر ڈال دیا اور تلوار نے شکار کو قتل کر ڈالا تو وہ کھایا نہ جائے گا، یہی حکم تیر کا بھی ہے۔

ولو أصاب السهُم حائطاً، أوصخرةً فرجع فأصابَ صيدًا فإنّه‘ لايؤ کل لأنّ فعل الرامی انُقطَعَ۔ إھ ملخّصاً(۱)

اور اگر تیر دیوار، یا چٹان کو لگ کر پلٹا، پھر کسی شکار کو لگا تو وہ نہیں کھایا جائے گا اس لئے کہ یہاں فعل تیر انداز سے منقطع ہو چکا ہے۔

ایسا ہی شامی میں خانیہ سے اور بہار شریعت میں عالمگیری سے ہے۔(۲)

غور فرمایئے!

ان مسائل میں صاحبِ عقل و شعور مسلمان نے اپنی قوت سے شکار پر آلۂ جرح ”تیر“ کو چلایا ہے مگر ہوا، یا دیوار، یا چٹان وغیرہ نے اسے دوسرے رخ پر پھیر دیا تو اب جانور کو زخمی کرنا مسلمان کا فعل نہیں قرار پاتا بلکہ ہوا، دیوار، یا چٹان کا فعل قرار پاتا ہے اور اسی لئے وہ جانور حرام ہو جاتا ہے۔ اور مشین کے

---

(۱) بدائع الصنائع ص۵۵،۵٦ ج۵، کتاب الذبائح و الصيود۔ دارالکتب العلميّة، بيروت

(۲) ردالمحتار ص۵۳ ج۱۰، کتاب الصيد، دارالباز۔ بهارشريعت ص۲٦ ج۱۷، جانوروں سے شکار کا بیان۔ فاروقیہ۔

نظام ذبح میں آلۂ ذبح "چھرا" کو مسلمان اپنی قوت سے نہیں چلاتا، بلکہ وہ صرف بجلی کی قوت سے چلتا ہے تو یہ ذبح بدرجۂ اولیٰ انسان کا فعل نہ ٹھہرے گا، بلکہ صرف بجلی کا فعل ٹھہرے گا۔ لہذا جیسے تلوار کسی طرح گر کر جانور کو ذبح کردے یا ہوا وغیرہ کی قوت سے تیر چل کر جانور کو زخم لگادے تو وہ جانور حرام ہوتا ہے ویسے ہی مشینی ذبیحہ بھی حرام ہوگا۔ یہاں واضح رہے کہ تیر اندازی میں ہوا سے احتراز ممکن نہیں کیونکہ تیر ہوا میں ہی چلایا جاتا ہے اور زیادہ تر حالات میں شکار تک تیر پہونچانے میں ہوا کی قوت بھی شامل ہو جاتی ہے اس لئے جب تک ہوا تیر کو اس کی روش سے نہ ہٹائے فعل تیر انداز کا ہی مانا جائیگا۔

دیوبندی فقہا کی تحقیق۔ دیوبندی جماعت کے فقہا کا بڑا طبقہ مشینی ذبیحہ کو حلال قرار دیتا ہے اور اس کے لئے سب سے مضبوط دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ :

"قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ اگر انسان کے فعل اور نتیجۂ فعل کے درمیان کسی مکلف اور بااختیار شخص کے فعل کا واسطہ نہ ہو تو نتیجۂ فعل اس شخص کی طرف منسوب ہوتا ہے، چنانچہ فقہا نے صراحت کی ہے کہ آلات کے ذریعہ صادر ہونے والے افعال اسی شخص کی طرف منسوب ہوں گے جس نے اس کو استعمال کیا ہے لہذا گو بٹن دبانے اور فعل ذبح کے درمیان مشین کا واسطہ ہے لیکن چونکہ یہ مشین ایک بے اختیار شئ ہے اس لئے اس فعل کی نسبت بھی بٹن دبانے والے ہی کی طرف ہوگی اور وہی ذبح کرنے والا تصور کیا جائے گا۔

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ چھری ہاتھ میں ہو، یا مشینی چھری سے ذبح کا عمل انجام پائے دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔" (ختم شد)۔

حالانکہ دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے۔

چھری آدمی کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس کی قوت سے چلتی ہے اور آدمی "ذبح کا مباشر" ہوتا ہے۔ اور چھری مشین میں ہو تو وہ بجلی کی قوت سے چلتی ہے اور ذبح بجلی کا فعل قرار پاتا ہے جیسا کہ بدائع کے درج بالا جزئیہ سے ثابت ہوا۔

اور قاعدۂ فقہیہ سے استدلال یوں بجا نہیں کہ یہاں انسان کا فعل محض بٹن دبانا ہے جو ذبح نہیں، اگر ذبح انسان کا فعل ہوتا پھر مشین درمیان میں حائل ہوتی تو استناد بجا ہوتا، یونہی آلہ کا فعل انسان کا فعل اس وقت قرار پاتا ہے جب آلہ کو انسان نے اپنی قوت سے چلایا ہو اور یہاں انسان نے "آلۂ ذبح" چھری کو اپنی قوت سے نہیں چلایا، بلکہ اسے بجلی نے چلایا ہے۔ اور کتے پر بجلی کا قیاس اس لئے درست نہیں کہ کتے کا فعل اس کے چھوڑنے والے کی طرف بوجہ ضرورت منسوب ہوتا ہے جیسا کہ اشکال قوی کے حل ۲ میں اس کی تفصیل آرہی ہے۔

تحقیق حق اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ کسی چیز کے تلف ہونے میں چار چیزوں کی شرکت کا امکان ہوتا ہے۔ سبب، مُتَسَبِّب، علت، مُباشر۔

سبب : تو وہ ہے جو شی کے تلف ہونے کا ذریعہ بنے۔ بلفظ دیگر کسی چیز کے تلف ہو جانے کی راہ میں حائل رکاوٹ کے دور ہونے کا نام سبب ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کے اور تلف ہونے کے بیچ میں تلف کی علت پائی جائے، چنانچہ تنقیح و توضیح میں ہے :

أماالسّبب: فاعلم أنّه لابُدَّ أن يتوسّط بينَه و بين الحكم علّةٌ۔اھ (١)	سبب وہ چیز ہے کہ اس کے اور نتیجۂ فعل کے درمیان شی کی علت پائی جائے۔

(١) ألتنقيح والتوضيح علىٰ هامش التلويح ص١٣٧ ج٢ ۔ مصرى۔

تلویح میں اس کی تشریح یوں فرمائی :

(قوله: أمّاالسبب) هو لغةً ما يُتَوَصّل به إلى الشيئ، واِصطلاحاً: مايكون طريقا إلى الحكم مِن غيرتأثير۔اھ (۱)	سبب کا لغوی معنی ہے وہ چیز جس کے ذریعہ کسی شی تک پہونچا جائے، اور اصطلاح میں سبب وہ چیز ہے جو نتیجۂ فعل کا ذریعہ ہو مگر اس میں اس کی کوئی تاثیر نہ ہو۔

مُتَسَبِّب : سبب کا فاعل و موجد۔ یہ وہ شخص ہے جو شی کے تلف ہونے کی راہ میں حائل رکاوٹ کو دور کردے۔

علّت : جس کی وجہ سے تلف کا وجود ہو، یہ وہی فعل ہے جو تلف ہونے والی شی کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔

مُباشِرُ : علت کا فاعل، یعنی وہ بااختیار شی جو علت کو وجود میں لائے۔

علت اگر کسی ایسی شی کے ذریعہ وجود میں آئے جس میں اختیار نہیں پایا جاتا تو اسے مباشر نہیں کہتے۔

مثال کے طور پر ایک شخص نے بر سر راہ ناحق کنواں کھود دیا اور کوئی شخص اس میں گر کر مر گیا، یا کسی نے اس کنویں میں اسے ڈھکیل دیا جس کے باعث وہ ہلاک ہوگیا، تو اس میں چاروں امور متحقق ہیں۔ "کنواں" سبب تلف ہے کہ یہی جان کے تلف ہونے کا ذریعہ بنا ہے۔ "کھودنے والا" مُتَسَبِّب ہے کہ یہی اس سبب کا موجد ہے۔ کیونکہ زمین کا ہموار ہونا تلف ہونے کی راہ میں حائل تھا اس نے اسے ہٹا کر تلف کا ذریعہ فراہم کیا ہے۔اور "کنویں میں گرنا" یہ

---

(۱) ألتلويح شرح التوضيح ص۱۳۷ ج۲، دارالكتب العربية الكبرى، بمصر۔

تلف ہونے کی علت ہے۔

(ط) اب اگر وہ خود گرا ہو تو اس کا فاعل "ثِقلِ طبعی" ہے کہ ہر ثقیل چیز بوجہِ ثقل نیچے کو جاتی ہے۔ حضرت علامہ احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ نور الانوار میں اسی مسئلے کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ألعلّةُ فی الحقیقة هو الثقل لمیلان طبع الثقیل إلی السفل، ولٰکنّ الأرض کانت مانِعَةً، مَاسِکَةً۔ وحفر البیر إزالة المانع ۔الخ (۱)

علت (فاعلی) حقیقت میں ثقل ہے کیونکہ ثقیل طبعًا نیچے کی طرف مائل ہوتا ہے، ہاں زمین گرنے کی راہ میں رکاوٹ تھی جسے کنواں کھود کر دور کر دیا گیا۔

اس عبارت میں "علت" سے مراد "علتِ فاعلی" ہے چنانچہ خود صاحب نور الانوار اسی سلسلۂ بحث میں کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ: "یہ گرنا فاعلِ طبیعی کا فعل ہے" (۲)

توضیح میں اسی مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا:

علّةُ السقوط هو الثقل، لکنّ الأرض مانعة عن السقوط فإزالة المانع صارت شرطاً للسقوط۔ اھ (۳)

گرنے کی علت ثقل ہے لیکن زمین گرنے سے روکے ہوئے تھی تو اسے کھودنا گرنے کے لئے شرط☆ ہوا۔

تلویح شرح توضیح میں فرمایا:

(۱، ۲) نور الانوار ص ۲۸۲، مبحث الأحکام۔

(۳) التوضیح علیٰ هامش التلویح ص۱٤٦، ج۲ مصری

☆ فقہا جس چیز کو یہاں سبب کہتے ہیں اسی کو علمائے اصول شرط کہتے ہیں مگر اس تفصیل کے

وهٰهنا نظر: وهو أنّه لامعنى لِلسَّبَبِيَّة إلاّالإفضاء إلى الحكم و التأدّى إليه مِن غير تأثيرٍ، وهٰذا حاصل فى الحفر۔ (۱)	کھودنے کو شرط بتانا محل نظر ہے کیونکہ سبب کا مطلب یہی تو ہے کہ وہ نتیجۂ فعل تک پہونچادے مگر اس میں اس کی تاثیر نہ ہو۔ اور یہ بات کنواں میں بھی پائی جاتی ہے۔

غرضیکہ کنواں کھودنا سبب ہے اور ثقلِ طبعی علت۔

(ب) اور اگر کسی نے اسے کنویں میں ڈھکیل دیا تو وہ اس کا فاعل و مباشر قرار پائے گا۔ یہاں علت "گرنا" بھی ہے اور ڈھکیلنے والا اس کا موجد۔

اب سوال یہ ہے کہ جان تلف کرنے کا جرم کس کے سر عاید کیا جائے؟ اس سلسلے میں فقہائے کرام کی تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) علتِ تلف کا فاعل اگر کوئی عاقل بالغ انسان ہے تو وہی تلف کرنے کا مجرم ٹھہرے گا، اور تلف کے تمام احکام اسی سے متعلق ہوں گے، اور سبب فراہم کرنے والا بری قرار پائے گا۔ مثلاً درج بالا مسئلے میں قتل کا مجرم ڈھکیلنے والا انسان ہوگا کہ وہی اس کا مباشر اور علت فاعلی ہے۔ اشباہ میں ہے:

---

(۱) ألتلويح ص ۱۴۷، ج۲ مصری

ساتھ کہ شرط و مشروط کے درمیان فاعل مختار کا فعل حائل ہو تو وہ "شرط بحکم سبب" ہے اور فاعل غیر مختار مثلاً فاعل طبیعی کا فعل حائل ہو تو وہ "شرط بحکم علت" ہے۔ فقہا دونوں جگہ "سبب" کا اطلاق کرتے ہیں۔ نور الانوار مبحث الاحکام میں کئی صفحات میں شرط اور اس کے اقسامِ خمسہ کا تعارف وضاحت کے ساتھ کرایا گیا ہے۔ شرط بحکم علت اور شرط بحکم سبب شرط کی ابتدائی دو قسمیں ہیں ان کی تفصیل ص ۲۸۲ میں ہے ۱۲ ان۔ رضوی غفرلہٗ

اذااجتمع المباشر والمتسبب أضيف الحكم إلى المباشر۔ فلا ضمان على حافرالبئر تعدّياً بماتلف بإلقاءِ غيره (۱)

جب تلف کا سبب فراہم کرنے والا اور اس کا مباشر دونوں جمع ہوں تو حکم (تلف) کی نسبت مباشر کی طرف ہوگی لہٰذا جس نے بطور زیادتی عام راستے پر کنواں کھودا، اور اس میں کسی نے کسی کو ڈال دیا جس کے باعث وہ ہلاک ہو گیا تو اس کا تاوان کنواں کھودنے والے پر نہ ہوگا۔

ہدایہ میں اسی نوع کے دو مسئلے منقول ہیں ان سے یہ حقیقت خوب خوب اجاگر ہو جاتی ہے، وہ مسائل یہ ہیں:

قال (محمد) ومن جعل قنطرة بغير إذن الإمام، فتعمّد رجل المُرورَ عليها فعطب، فلاضمان على الذى جعل قنطرة۔ وكذلك إن وضع خشبة فى الطريق فتعمّدرجل المُرورَ عليها۔ لأن الأوّل تعدٍّ هو تسبيب والثانى تعدٍّ هو مباشَرة

امام محمد فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بغیر سلطان کی اجازت کے پُل بنایا پھر کوئی شخص قصداً اس پر سے گذرا اور ہلاک ہو گیا تو پُل بنانے والے پر کوئی تاوان نہیں۔ یونہی اگر کسی نے راستے میں لکڑی رکھ دی اور کوئی شخص قصداً اس پر سے گذرا اور ہلاک ہو گیا تو لکڑی رکھنے والے پر کوئی ضمان نہیں، کیوں کہ پہلے شخص نے زیادتی کی

(۱) الأشباه والنظائر(فى الفقه الحنفى) ص۲۳۷۔القاعدة التاسعة عشر۔ مطبع نول كشور

فكان الإضافة إلى المباشر أولیٰ، ولأنّ تخللّ فعلِ فاعلٍ مختارٍ يقطع النسبة (الى السبب) إھ (١)

سبب فراہم کرکے، اور دوسرے نے زیادتی کی قصدًا اسے انجام دے کرکے۔ تو ہلاک کی نسبت سبب فراہم کرنے والے کے بجائے "انجام دینے والے" (مباشر) کی طرف راجح ہوگی۔ نیز سبب فراہم کرنے والے پر اس لئے بھی ضمان واجب نہ ہوگا کہ سبب اور تلف کے بیچ میں فاعل مختار کا فعل حائل ہے جو سبب کی طرف تلف کی نسبت کو روک دیتا ہے۔

فقہ شافعی کی مستند و معتمد کتاب قلیوبی حاشیہ محلی میں ہے:

ألمُباشَرة هی ما تؤثر فی القتل و تُحصِلہٗ وأمّا الشرطُ فهو مالا ولا، ولکن يحصل التَّلفُ عنده كالحَفرِ۔ وتُقدَّم المباشرة ثم السبب ثم الشرط عند الإجتِماعِ۔ إھ (٢)

مباشرت وہ فعل ہے جو قتل میں اثرانداز ہو اور اسے وجود میں لائے اور شرط وہ ہے جو نہ یہ ہو، نہ وہ ہو لیکن اس کے وجود کی صورت میں تلف پایا جاسکے جیسے کنواں کھودنا۔ اجتماع کے وقت میں مباشرت کو ترجیح ہوگی، پھر سبب کو، پھر شرط کو۔

محلی میں ہے:

ولو حَفَرَ بئرًا فَرَدَّاهُ فيها اٰخرُ فالقصاصُ على المُرَدِّیْ، دون

ایک شخص نے کنواں کھودا اور دوسرے نے اس میں کسی کو ڈال دیا تو

(١) ألهداية ص٥٨٨ ج٤، كتابُ الدّيات، رشيدية۔

(٢) حاشية القليوبى على المحلّى ص ٩٨ ج ٤، كتاب الجراح۔

الحافر۔ اھ (۱) — قصاص اسی ڈالنے والے پر ہے کنواں کھودنے والے پر نہیں۔

اس کی شرح عمیرہ میں اس کی توجیہ یہ فرمائی:

تقدیماًللمباشرۃإذ لا أثرللشرط معھا۔ اھ (۲) — مباشرت کے ہوتے ہوئے شرط بے اثر ہوتی ہے اور مباشرت کو ترجیح دی جاتی ہے۔

(۲) اور اگر تلف کی علت فاعلی کوئی بے عقل شی ہے جیسے چوپائے، پرندے۔ یا بے جان شی ہے جیسے ثقل طبعی، تو یہ قتل کے مجرم نہیں قرار دیئے جائیں گے کہ یہ جرم کے اہل ہی نہیں ہیں تو مجرم کیا ہوں گے۔ بدائع میں صبی و مجنون کے سلسلے میں فرمایا:

وفعلھمالا یوصف بالجنایۃ(۳) — بچے اور مجنون کا فعل جرم نہیں ہوتا۔

تو بے عقل اور بے جان اشیا کا فعل بدرجۂ اولیٰ جرم نہ ہوگا۔ ہاں قتل کا سبب فراہم کرنا بھی ایک جرم ہے، اس جرم کے ارتکاب کی وجہ سے قتل کا انتساب مُتسبّب کی طرف ہوگا، اور وہ بھی ایک شرعی مجبوری کی بنا پر خلاف اصل صرف وجوب ضمان کے حق میں ہوگا، ایجاد قتل کو کبھی اس کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ مُتسبّب کو علی الاطلاق قاتل نہیں کہتے بلکہ "قاتل بالسبب" کہتے ہیں کہ یہ موجد سبب کا ہے، قتل و تلف کا نہیں۔ جیسے درج بالا مسئلے میں کنویں میں

---

(۱) ألمحلی علیٰ ھامش القلیوبی و عمیرہ ص ۱۰۰ ج٤، کتاب الجراح۔

(۲) حاشیۃ عمیرہ علی المحلی ص ۱۰۰ج٤، کتاب الجراح۔

(۳) بدائع الصّنائع ص ۲۳٤، ج۷، أوائل بابِ الجنایات۔

گرنے والے کا قاتل کنواں کھودنے والا نہیں کہ قتل کا وجود تو "ثقلِ طبعی" کے باعث گرنے کی بناپر ہوا ہے تواسے قتل کا مجرم گروانا خلافِ اصل ہے۔ کفایہ شرح ہدایہ میں ہے :

إنماأُلحِقَ التسبّبُ بالمباشرة فی إيجاب الضمان صيانةً للدم عن الحدر، على خلاف الأصل ۔اھ(۱)	سبب قتل فراہم کرنے کو خلاف اصل صرف ایجاب ضمان کے حق میں قتل ٹھہرایا گیا تاکہ معصوم و محترم خون ضائع نہ ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ :

☆ کنواں کھودنے والے پر قصاص نہیں واجب ہوتا۔

☆ اور اگر مقتول اس کا قرابتدار ہو تو یہ اس کی میراث سے محروم نہیں ہوتا۔

☆ اور اگر مقتول نے اس کے حق میں کوئی وصیت کی تھی تو اس سے بھی وہ محروم نہیں ہوتا۔

☆ نیز اس پر کفارہ بھی واجب نہیں ہوتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس کی حیثیت قتل خطا سے بھی کمتر ہے۔

حالانکہ قاتل پر قصاص واجب ہوتا ہے، وہ میراث اور وصیت سے بھی محروم ہوتا ہے، اور غلطی سے جو قتل سرزد ہوجاتا ہے اس میں کفارہ بھی لازم ہو جاتا ہے۔ وجہ وہی ہے کہ کنواں کھودنا جب قتل نہیں ہے نہ عمد، نہ خطا۔ تو وصیت و میراث سے محرومی کیوں ہوگی، اور قصاص و کفارہ کا وجوب کس بناپر ہوگا؟

---

(۱) ألكفاية ص ١٤٨، ج٩، كتاب الجنايات۔

بدائع میں ہے:

مَن حَفَر بِئرًا علىٰ قارعةِ الطّريق فوقع فيها إنسانٌ ومات أنّه' لا قصاص على الحافر۔لأنّ الحفرَ قتلٌ سبباً، لا مُبَاشَرَةً۔إھ (١)

بر سر راہ کسی نے کنواں کھودا، اور اس میں کوئی شخص گر کر مر گیا تو کنواں کھودنے والے پر قصاص نہیں۔ کیونکہ کھودنا قتل کا سبب ہے، قتل کرنا نہیں ہے۔

صاحبِ بدائع نے خاص اسی مسئلے کی بحث میں اس کی وضاحت یوں فرمائی، رقمطراز ہیں:

أمّا جناية الحافر: فالحفر إن كان في طريق المسلمين فوقع فيها إنسانٌ فمات بسبب الوقوع فالحافر يضمن الدّية۔ لأنّ حفر البئر علىٰ قارعةِ الطريق سببٌ لِوُقوع المَارّ فِيها إذ الم يعلم و هومُتعدٍّ في هٰذا التّسبيب، فيضمن الدّيةَ وتَتَحمَّلُ عنه العاقلة، ولا كفّارة عليه، لأنّ وجوبها متعلّق بالقتل مُبَاشَرَةً،والحفرُ ليس بقتل أصلاً حقيقةً، إلاّ أنّه' اُلحِقَ بالقتل في

کسی شخص نے مسلمانوں کے راستے میں کنواں کھود دیا، جس میں کوئی آدمی گر پڑا، اور وہ گرنے ہی کی وجہ سے مر گیا تو کھودنے والا دیت کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ بر سر راہ کنواں کھودنا انجان لوگوں کے گرنے کا سبب ہے اور یہ سبب فراہم کرنا زیادتی ہے تو یہ زیادتی کرنے والا دیت کا ضامن ہوگا۔ جسے اس کی طرف سے اس کے عصبہ ادا کریں گے۔ اس کے ذمہ کفارۂ قتل نہیں ہے کیونکہ "کفارہ" قتل کرنے سے واجب ہوتا ہے اور کنواں کھودنا دراصل قتل کرنا نہیں، ہاں اسے قتل کے ساتھ وجوبِ دیت کے

(١)بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ص ٢٣٩ ج٧، كتاب الجنايات۔

حق وجوب الدّية، فبقى فى حق وجوب الكفّارة على الأصل۔

ولِأنّ الكفّارة فى الخطاء المطلق إنّما و جبت شكرًا لِنعمةِ الحياة بالسّلامة عند وجود سببِ فوتِ السّلامة و ذلك بالقتل، فإذ الم يوجد لم يجب الشكر۔ وكذا لايحرم الميراث إن كان وارثا للمجنى عليه، ولا الوصيّة إن كان أجنبياً، لأنّ حرمان الميراث والوصيّةِ حكمٌ متعلقٌ بالقتل۔ قال النّبىّ عليه الصّلاةُ والسّلام: لا ميراث لِقاتلٍ۔ وقال عليه الصّلاة والسلام: لاوصيّة لِقاتلٍ۔ ولم يوجد القتلُ حقيقةً۔ إھ ملخّصا۔(۱)

حق میں (خلافِ اصل) ملحق کیا گیا ہے تو کفارے کے وجوب کے حق میں وہ اپنی اصل پر باقی رہے گا۔

نیز کفارہ زندگی کی سلامتی کے شکریہ میں واجب ہوتا ہے کہ قتل جو مجرم کی زندگی کی تباہی کا سبب ہے اس کے ہوتے ہوئے بھی اس کی جان محفوظ اور زندگی سلامت رہی، مگر یہاں زندگی کی تباہی کا وہ سبب (قتل) پایا ہی نہیں گیالہذا اس پر یہ شکر واجب نہ ہوگا۔ یونہی اگر یہ مقتول کا وارث ہے تو اس کی میراث سے محروم نہ ہوگا اور اگر اجنبی ہے تو اس کی وصیت سے محروم نہ ہوگا اس لئے کہ میراث اور وصیت سے محرومی قتل کرنے پر ہوتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ قاتل کے لئے کوئی میراث نہیں۔ نیز ارشاد رسالت ہے قاتل کے لئے کوئی وصیت نہیں۔ اور یہاں قتل درحقیقت پایا ہی نہ گیا۔

حضرت صدر الشریعہ مولٰینا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس

---

(۱)بدائع الصّنائع فى ترتيب الشرائع ص۲۷٤ ج۷، كتاب الجنايات ونحوه فى الهداية ص ۵۸۷ ج٤، كتاب الديات۔ رشيديه

مسئلے کی یہی وضاحت فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو بہار شریعت صفحہ ۱۷۔ حصہ ۱۸، مسلہ نمبر ۱۴، بحوالہ در مختار ص ۴۶۹ ج ۵۔ تبیین ص ۱۰۲ ج ۶۔ بحر الرائق ص ۲۹۳ ج ۸۔ عالمگیری ص ۳ ج ۶۔

اسی نوع کا ایک اور مسلہ ملاحظہ فرمایئے:

مشکیزے میں تیل، یا گھی رکھا ہوا تھا کسی نے اسے پھاڑ دیا، یا اس کا منہ کھول دیا جس کے باعث تیل یا گھی بہہ گیا تو اس کا تاوان مشکیزہ پھاڑنے والے اور اس کا منہ کھولنے والے پر ہے کہ یہی گھی یا تیل کے بہنے اور تلف ہونے کا سبب ہے اور علتِ فاعلی "سیلانِ طبعی" ہے جس کو مجرم نہیں گردان سکتے۔

بدائع الصنائع میں ہے:

"مشکیزے میں بہنے والا تیل تھا کسی نے اسے پھاڑ دیا اور وہ بہہ گیا تو مشکیزہ پھاڑنے والے پر ضمان واجب ہوگا، اس لئے کہ مائع (بہنے والی چیز) طبعاً سیال ہے جو روک نہ ہونے پر خرق عادت ہی کے طور پر ٹھہر سکتا ہے ورنہ وہ ضرور بہے گا، تو مشکیزے کو پھاڑنا تیل کو تلف کرنے کا سبب مہیا کرنا ہے لہٰذا ضمان واجب ہوگا۔۔۔ فقہا فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے بہنے والے تیل، یا گھی کی بندش کو کھول دیا اور وہ بہہ گیا تو یہ ضامن ہوگا۔ اور اگر گھی جما ہوا تھا، پھر دھوپ لگنے سے پگھل کر بہہ گیا تو ضامن نہ ہوگا۔ دلیل وہی ہے جو مذکور ہوئی کہ مائع راہ ملنے پر طبعاً بہتا رہتا ہے اور عادۃً اس کا ٹھہراؤ محال ہوتا ہے تو اس کی بندش کو کھولنا "اِتلاف بالسبب" ہے لہٰذا تاوان واجب ہوگا۔

اس کے برخلاف جمے ہوئے گھی کا تاوان اس پر نہ واجب ہوگا کہ "بہاؤ" مائع کی طبیعت ہے، نہ کہ جامد کی۔(۱)

نور الانوار میں اس مسئلے پر یہ روشنی ڈالی:

(۱) بدائع الصنائع ص ۱٦٦ ج ۷، کتاب الغصب، فصلٌ فی مسائل الإتلاف۔

شقّ الزق شرطٌ لِسيَّلانِ مَافيه، و العِلّة هى كونُه مائعاً لايصلح أن يضاف الحكمُ إليه۔ إذهو أمرٌجبِلّیٌ للشیٔ خُلق علیه، فأضیف الحکمُ إلی الشرط و یکونُ صاحبُ الشرط ضامناً لتلفِ مافیه اِھ (۱)

مشکیزے کو پھاڑنا تیل یا گھی کے بہنے کی شرط (سبب) ہے اور علت اس کا مائع ہونا ہے جو اس بات کا صالح نہیں کہ اس کی طرف بہانے کی نسبت کی جائے کیونکہ وہ تو ایک فطری وصف ہے جس پر اس کی خلقت ہوئی لہذا بہانے کی نسبت شرط (سبب) کی طرف ہوگی اور تلف کا ضامن صاحبِ شرط ہوگا (جو شرط یا سبب کا موجد ہے۔)

اس طرح کے اور بھی بہت سے مسائل فقہ و اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

(۳) یہ حکم اُس وقت ہے جب سببِ تلف کی فراہمی واقع میں ظلم و تعدی ہو۔ اور اگر وہ واقع میں جائز و مباح ہو تو سبب فراہم کرنے والے کی طرف فعلِ تلف کا انتساب کسی حیثیت سے نہ ہوگا۔ نہ "ایجادِ فعل" کی حیثیت سے کہ یہ انتساب تو اس کی طرف کسی صورت میں نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی "ایجابِ ضمان" کی حیثیت سے کہ فعلِ مباح پر ضمان واجب ہی نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر درج بالا مسئلے میں اگر کسی نے کنواں اپنی ملک میں کھودا، یا جنگل میں کھودا جہاں راستہ نہیں چلتا، یا شاہراہِ عام پر کھودا مگر کسی قومی ضرورت (مثلاً پل وغیرہ بنانے) کے لئے حاکم کی اجازت سے کھودا تو اس پر کوئی ضمان نہ ہوگا۔

بدائع الصنائع میں ہے:

---

(۱) نورالأنوار ص ۲۸۲، مبحث الأحکام۔

أمّا جناية الحافر: فالحفرُ إن كان فی غیر الطّریق بأن کان فی المغازة لاضمان علی الحافر۔ لأنّ الحفر لیس بقتلٍ حقیقةً بل ھو تسبیبٌ إلی القتل، إلاّ أنّ التّسبیبَ قد یُلحقُ بالقتل إذا کان المُسبِّبُ متعدّ یا فی التّسبیب، والمُتَسَبِّبُ ھٰھنا لیس بمتعدٍّ، لِأنّ الحفر فی المَفَازةِ مباحٌ مطلقٌ، فلایُلحق بہٖ، فانعدم القتلُ حقیقةً و تقدیرًا، فلایجب الضمان۔ اِھ ملخّصا۔(١)

کنواں اگر راستے کے علاوہ کسی اور جگہ مثلاً جنگل میں کھودا تو کھودنے والے پر کوئی تاوان نہیں، اس لئے کہ کھودنا حقیقت میں قتل نہیں ہے، بلکہ یہ قتل کے لئے سبب فراہم کرنا ہے۔ ہاں سبب فراہم کرنے کو کبھی قتل کے درجہ میں مان لیا جاتا ہے جبکہ متسبِّب کا یہ فعل ظلم و تعدی ہو، اور متسبِّب کا فعل یہاں زیادتی یا تعدّی نہیں ہے کیونکہ جنگل میں کنواں کھودنا جائز و مباح ہے اس لئے اسے قتل کے ساتھ نہیں جوڑا جائے گا، نہ تاوان واجب ہوگا کہ یہاں قتل حقیقۃً، معنیً ہر طرح معدوم ہے۔

صاحبِ بدائع نے اسی سلسلۂ بیان میں مزید انکشاف فرمایا:

وقالوا: فیمن حَفَرَ بئرًا فی سوق العامّة لِمَصلحة المسلمین فوقع فیھا إنسانٌ ومات أنّہ' إن کان الحفر بإذن السلطان لایضمن، وإن کان بغیرِ إذنِہٖ

کسی شخص نے بازار عام میں مسلمانوں کے مفاد کے لئے کنواں کھودا اور اس میں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو فقہا فرماتے ہیں کہ اگر اس نے سلطان کی اجازت سے یہ کنواں کھودا تھا تو ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر بغیر اجازت

---

(١) بدائع الصّنائع فی ترتیب الشرائع ص٢٧٤ ج٧، کتاب الجنایات۔

یضمن۔ — لئے کھودا تھا تو ضامن ہوگا۔

وکذٰلك إذا اتّخذ قطرة لِلعَامَّةِ۔ إھ(۱) — اسی تفصیل کے ساتھ یہ حکم اُس وقت بھی ہے جب اس نے عام لوگوں کے لئے پُل بنایا۔

ہدایہ میں ہے:

وکذا إن حفر فی مِلکہٖ لم یضمن لأنّہ' غیر مُتعدٍّ۔ (۲) — اپنی ملک میں کنواں کھودا تو ضامن نہ ہوگا کہ یہ تعدی نہیں ہے۔

شافعی مذہب کی کتاب محلی میں ہے:

ویضمن بحفربئر عُدوان لاحفر فی ملکہ وموات فإنّہ' غیر عُدوان فلاضمان فیہ اھ(۳) — کسی نے ازراہ سرکشی کنواں کھودا تو ضامن ہوگا اور اپنی ملک یا پڑتی زمین میں کھودا تو نہیں۔ کیونکہ یہ تعدی نہیں ہے لہذا ضمان بھی نہ واجب ہوگا

مشینی نظامِ ذبح میں عناصرِ اربعہ کی تعیین ان مسائل کو سامنے رکھ کر ہمیں اب یہ غور کرنا چاہئے کہ مشین کے نظامِ ذبح میں کیا چیز "سبب" ہے، اور کیا چیز "علت"۔ اور یہ کہ ذبح کس کا فعل قرار دیا جائے؟

سببِ ذبح کھلی ہوئی بات ہے کہ جس نے بٹن دبایا، اس کا فعل صرف بٹن سے متصل ہے، جانور کے حلق سے اس کا کوئی فعل متصل نہیں اس لئے وہ ذبح کا مُباشِر یا علتِ فاعلی نہیں قرار دیا جاسکتا۔

---

(۱) بدائع الصّنائع فی ترتیب الشرائع ص۲۷۸ ج۷، کتاب الجنایات۔

(۲) ألھدایہ ص ۵۸۸ ج۴، کتاب الدِّیات۔ رشیدِیہ۔

(۳) محلی علیٰ ھامش القلیوبی وعمیرہ ص۱۴۷ ج۴ کتاب الجراح

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اگر یہ شخص بٹن نہ دباتا مشین کے ساتھ بجلی کا تعلق نہ قائم ہوتا، پھر نہ مشین چلتی، نہ کچھ اور ہوتا، یعنی مشین چلنے کی راہ میں جو رکاوٹ تھی اس نے اسے دور کر دیا لہٰذا یہ درحقیقت سبب کا موجد و مُتسبِّب ہوا اور بٹن دبانا محض سبب۔ جیسے کنواں کھودنا گرنے کا سبب ہے اور تیل کا مشکیزہ پھاڑ دینا، یا اس کا منھ کھول دینا تیل کے بہنے کا سبب ہے۔

علتِ ذبح | ذبح کی علتِ فاعلی صرف "بجلی" ہے کیونکہ اسی کی تحریک سے مشین کا چُھرا حرکت میں آتا ہے اور جانور کٹ کٹ کر گرتے ہیں۔

یہاں چُھرے کا سارا عمل جانور کے حلق سے متصل ہے جو بلاشبہہ بجلی کا مرہونِ منت ہے اس لئے بجلی ذبح کی علت فاعلی ہوئی۔ جیسے کنویں میں گرنے کی علتِ فاعلی "ثقلِ طبعی" اور تیل یا گھی کے بہنے کی علتِ فاعلی "سیلانِ طبعی" ہے۔

ذابح | اب سوال یہ ہے کہ ذابح کس کو قرر دیا جائے۔؟ تو غور فرمایئے!

یہاں فعل ذبح بابِ جنایات سے نہیں، بلکہ اباحات سے ہے۔ اگر یہ بابِ جنایات سے ہوتا تو بٹن دبانے والے کی طرف "سبب کا موجد" ہونے کی حیثیت سے ذبح کا انتساب کیا جاتا، وہ بھی ذبح کو وجود میں لانے کے لحاظ سے نہیں، بلکہ خلافِ اصل صرف وجوبِ ضمان کی حد تک ہوتا جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی۔

اور جب واقعہ یہ ہے کہ یہ فعل جنایات سے نہیں، اباحات سے ہے تو اب مُتَسبِّب (بٹن دبانے والے) کی طرف کسی بھی حیثیت سے ذبح کی نسبت نہ ہوگی، حتّٰی کہ خلافِ اصل بھی اس کی طرف نسبت کی کوئی گنجائش نہیں۔ تو ذبح کو وجود میں لانے کا سہرا بہر حال بجلی کے سر ہے کہ ذبح کا سارا کام اسی کی

قوتِ خداداد سے انجام پاتا ہے اس لئے واقع میں ذابح وہی ہے اور بٹن دبانے والا سفیر محض ہے۔

بے جان چیزوں کی طرف فعل کی نسبت ممکن ہے کسی کے دل میں یہ شبہہ گزرے کہ بجلی تو ایک بے جان شی ہے اس کی طرف تلفِ شی، یا ذبح کی نسبت کیونکر صحیح ہوگی۔ ؟

مگر یہ شبہہ اس لئے ناقابل اعتنا ہے کہ اس طرح کی نسبت قرآن کریم میں کثرت سے پائی جاتی ہے، مثال کے طور پر ہم چند شواہد پیش کرتے ہیں:

سورۂ آل عمران میں کافروں کے صدقات کی مثل یہ بیان فرمائی گئی:

كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ فَاَهلَكَتْهُ ط	وہ اس ہوا کی طرح ہے جس میں پالا ہو، وہ کسی ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنا ہی بُرا کرتے تھے تو اس نے اسے بالکل ہی تباہ کردیا۔
(ال عمران ۳۔ آیة ۱۱۷، ج٤)	

سورۂ بنی اسرائیل میں مشرکین کو یہ تہدید کی گئی:

فَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ لا۔	پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیجے تو تم کو تمھارے کفر کے سبب ڈبو دے۔
(ج۱۵۔بنی اسرائیل ۱۷۔ ایة ٦٩)	

سورۂ حج میں مشرکوں کے متعلق فرمایا گیا:

اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۔	یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔
(الحج ۲۲۔ ج۱۷۔ ایة ۳۱)	

نیز ارشادِ ربانی ہے :

"ہم نے قوم عاد پر خشک آندھی بھیجی، وہ جس چیز پر گزرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر چھوڑتی۔ اِلاَّ جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيم"

(اَلذّٰرِیٰت ۵۱۔ اية ۴۱،۴۲۔ ج۲۷)

سورۂ آل عمران میں ہے :

يَاتِيْنَا بِقُرْبَانٍ تَاكُلُهُ النَّارُ — قربانی کو آگ کھائے۔

(ج ۴،س ۳،اية ۱۸۳)

ان آیات کریمہ میں ہوا، پالا اور آگ کی طرف برباد کرنے، پانی میں ڈبونے، اور قربانی کو کھانے کی نسبت کی گئی ہے حالانکہ یہ سب بے جان و بے اختیار اشیا ہیں، بلکہ خاص بجلی کی طرف بھی قرآنِ حکیم میں اس طرح کا انتساب موجود ہے، مثلاً سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا :

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ — بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان کی نگاہیں اُچک لے جائے گی۔

(البقرہ ۲،ج ۱ اية ۲۰)

سورۂ نور میں فرمایا گیا :

يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ۔ (اَلنور ۲۴۔اية ۴۳) — قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھ لے جائے۔

اگر بجلی کی طرف آنکھ اُچکنے، اور اُسے لے جانے کی نسبت ہو سکتی ہے تو ذبح کی نسبت بھی اس کی طرف ضرور ہو گی۔ اور کتب احادیث و فقہ میں تو اس کے بہت سے نظائر موجود ہیں جن میں سے کچھ انھیں اوراق میں ضمناً آئیں گے، کچھ گزر☆ چکے۔ یہاں سر دست صرف ایک فقہی شہادت ملاحظہ فرمائیے

☆ صفحہ ۵۲، ۵۳۔

جس سے مسئلۂ مجوثہ پر مزید روشنی پڑے گی۔

ہدایہ کی کتاب الدیات میں ہے:

وَلو وَضعَ فی الطّریقِ جمرًا، فأحرَقَ شیئًا یضمنه لأنّه، متعدٍّ فیه،	راستے پر کسی نے آگ کی چنگاری رکھ دی اور آگ نے کسی چیز کو جلا دیا تو رکھنے والا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے وہاں آگ رکھ کر زیادتی کی۔
ولو حَرَّکَتْهُ الرّیحُ إلیٰ موضعٍ اٰخر، ثمّ أحرقَ شیئًا لم یضمنه لِفسخِ الرّیحِ فِعلَه، ۔ اِھ (۱)	اور اگر ہوا نے چنگاری کو وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ کردیا، پھر اس نے کوئی چیز جلائی تو یہ اس کا ضامن نہ ہوگا کہ ہوا نے اس کے فعل کو کالعدم و بیکار کر دیا۔

ایسا ہی فتاویٰ قاضیخاں اور کفایہ شرح ہدایہ میں بھی ہے۔(۲)

اس عبارت میں آگ کی طرف جلانے، اور ہوا کی طرف شی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی نسبت کی گئی ہے، بلکہ اس سے بھی بڑی نسبت یہ ہے کہ ہوا نے صاحبِ عقل و شعور انسان کے فعل کو منسوخ و کالعدم بنادیا۔

اگر ہوا انسان کے فعل کو بے اثر اور کالعدم بنا سکتی ہے تو بجلی۔ جس کی قوت ہوا سے اربوں گُنا زیادہ ہے۔ بدرجۂ اولیٰ بے اثر و کالعدم بنا سکتی ہے۔

بٹن دبانا ضرور انسان کا کام ہے مگر مشین کے جمود کو توڑ کر اسے حرکت

(۱) ألهدایه ص۵۸۶ ج۴۔ باب مایُحدِثه الرجل فی الطّریق۔ رشیدیه۔

(۲) فتاوی قاضیخاں ص۸۱۴ ج۴ کتاب الجنایات، فصلٌ فیمایحدث فی الطریق۔نول کشور۔ والکفایة ص ۲۴۲ ج۹، ألباب المذکور۔

میں لانا بجلی کا کام ہے۔ یونہی چھرا کو ایک مخصوص طریقے پر مشین میں فِٹ کرنا انسان کا کام ہے مگر اسے اپنی جگہ سے حرکت میں لاکر جانوروں کے گلے تک پہونچانا بجلی کا کام ہے۔ غور فرمائیے! یہاں انسان کے دو کام تھے ایک بٹن دبانا، دوسرے چھرا کو مخصوص طریقے پر مشین میں فِٹ کرنا۔ اس کے بعد بجلی نے اپنی قوتِ خداداد سے مشین میں حرکت کی روح ڈالی اور چھرا کو اس کی جگہ سے منتقل کر کے جانور کی شہ رگ تک پہونچایا، اس کے باعث اب چھرا چلانے کی نسبت بجلی کی طرف ہو گی اور انسان پہلے جو کچھ کر چکا تھا وہ سب کالعدم قرار پائے گا۔

خلاصۂ مباحث

اب تک کے مباحث کا خلاصہ یہ ہے :

۱۔ ذبح و قتل کے چار ذرائع ہو سکتے ہیں۔

سبب، موجد سبب، علت، موجِدِ علت یعنی مُباشر یا علت فاعلی۔

۲۔ مشینی نظامِ ذبح میں بٹن دبانا ذبح کا سبب ہے، دبانے والا مُوجدِ سبب، چُھرا چلنا علت، اور بجلی علتِ فاعلی ہے۔

۳۔ فعل ذبح اگر واقع مین ظلم و تعدی ہو اور علت فاعلی عاقل، بالغ انسان۔ تو ذبح کی نسبت صرف اسی کی طرف ہو گی مُتسبِّب کی طرف نہ ہو گی۔

اور اگر علت فاعلی کوئی بے جان شی ہو تو ذبح کی نسبت وجوبِ ضمان کی حد تک مُتسبِّب کی طرف ہو گی۔

۴۔ اور اگر فعل ذبح واقع میں جائز و مباح ہو تو مُتسبِّب کی طرف یہ فعل کسی حیثیت سے نہ منسوب ہو گا، حتیٰ کہ خلاف اصل بھی اس نسبت کی

گنجائش نہ ہو گی، اس صورت میں اس کا انتساب صرف علتِ فاعلی کی طرف ہو گا گو وہ بے جان، و بے عقل سہی!

۵۔ جو فعل واقع میں ظلم و زیادتی نہ ہو اس کی نسبت بے جان اشیا، بشمول مجلی کی طرف قرآن حکیم، بلکہ احادیث نبویہ و نصوص فقہ میں واقع ہے۔

۶۔ مشینی طریقۂ کار میں ذبح جانوروں کے مالک کی اجازت سے ہوتا ہے اس لئے یہاں ذبح کا فعل، فعلِ مباح ہے، ملکِ غیر میں تعدی و زیادتی نہیں ہے لہٰذا ذبح کی نسبت بٹن دبانے والے کی طرف نہ ہو گی جو مُتسبِّب ہے بلکہ مجلی کی طرف ہو گی جو علت فاعلی ہے۔

ذبیحہ کا حکم الغرض جب یہ ثابت ہو گیا کہ مشین کے نظامِ ذبح میں ذابح حقیقت میں مجلی ہے تو یہیں سے ذبیحہ کا حکم شرعی بھی واضح و لائح ہو گیا کہ وہ حرام و مُردار ہے کیوں کہ :

☆ مجلی اپنی تمام تر توانائیوں اور محیر العقول کارناموں کے باوجود عقل و شعور سے محروم ہے۔

☆ مسلمان، یا کتابی بھی نہیں۔

☆ ذبح کا قصد کرنے سے بھی عاجز ہے۔

☆ بسم اللہ اللہ اکبر کبھی نہیں پڑھ سکتی۔

☆ نہ خاص ذبح کے لئے "بسم اللہ" کا قصد کر سکتی ہے۔

یعنی ذبح شرعی کے اکثر بنیادی شرائط یہاں معدوم ہیں اس لئے بلا شبہہ مشینی ذبیحہ مردار و حرام ہے اور باتفاق ائمہ اربعہ علیہم الرحمہ حرام و مردار ہے۔

اشکال قوی | یہاں ایک بڑا ہی قوی اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ فقہ حنفی میں مشینی ذبحہ کی حلت کا تقریباً صریح جزئیہ موجود ہے، چنانچہ ردالمحتار، کتاب الصید میں ہے:

ولونصب شبكة احبولة وسمّٰی، ووقع بها صيدٌ ومات مجروحا لا يحل، ولو كان بها 'الة جارحة كمِنجل، وسَمّٰی عليه وجَرَحَه' حَلّ عندنا، كما لورماه بها۔

بسم اللہ پڑھ کر پھندے دار جال نصب کیا اس میں ایک شکار پھنسا اور زخمی ہو کر مر گیا تو وہ حلال نہیں اور اگر جال میں کوئی آلۂ جارحہ مثلاً ہنسیا فِٹ تھا، اس پر بسم اللہ پڑھا، پھر ہنسیا نے شکار کو زخمی کر کے مار ڈالا تو وہ ہمارے نزدیک حلال ہے، جیسے اگر وہ آلۂ جارحہ سے چلا کر مارتا تو وہ حلال ہوتا۔

وفی البزازية: وضع مِنجلا فی الصّحر اء لِصيد حمار الوحش،فجاء ہ'، فإذ اهومتعلق به وهوميت، وكان سمّٰی عندالوضع لايحلّ۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ گورخر کے شکار کے لئے جنگل میں ہنسیا نصب کیا، پھر شکاری آیا تو اسے ہنسیا میں پیوست، مرا ہوا پایا، توگو کہ اس نے ہنسیا لگاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا ہو مگر وہ حلال نہیں۔

قال المقدسی: وهٰذا محمول علی ما إذاقَعَدَ عن طلبه۔ إه(١)

علامہ مقدسی فرماتے ہیں کہ یہ حکم اُس صورت پر محمول ہے جب وہ شکار کی تلاش سے بیٹھ رہا ہو۔

(١) ردّالمحتار، كتاب الصيد، حول عنوان"فروع فی شرح المقدسی"ص٥٦ ج١٠، دارالباز

نیز درمختار، کتاب الذبائح میں ہے :

وفیها(أی البزازیة) : تشترط التّسمیةُ---حال وضع الحدید لحمار الوحش، إذالم یقعد عن طلبه۔إھ۔ملخّصا۔ (۱)

فتاوی بزازیہ میں ہے کہ گورخر کے لئے آلۂ جارحہ رکھتے وقت یہ شرط ہے کہ آلہ پر بسم اللہ پڑھے، اور شکار کی تلاش میں لگا رہے، کہیں آرام کے لئے بیٹھ نہ رہے، ورنہ شکار حلال نہ ہوگا۔

حل (۱) لیکن اوّلاً: تو یہ مسئلہ مُختَلَف فِیہ ہے، امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسے شکار کو مُردار قرار دیا ہے۔ ثانیاً: یہ مسئلہ "ذبحِ اِضطراری" کا ہے اور ذبحِ اِضطراری میں مُباشرت (خود زخمی کرنا) شرط نہیں، جبکہ ذبحِ اِختیاری میں مُباشرت (خود ذبح کرنا) شرط ہے۔ حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ درمختار کی درج بالا عبارت پر بحث کے ضمن میں فرماتے ہیں :

أقول: یخالفه' ماذکره' الزیلعی فی مسائل شتیّ قبیل الفرائض مِن أنّه' لا یؤکلُ ولو وَجَدَه' میتاً مِن سَاعتهٖ۔ لأنَّ الشرط أن یَجرحه' إنسان، أویَذبَحُه'، وبدون ذلك ھو کالنّطیحة، أوالمُتردّیة، وبهٖ جزَمَ الشارح ھناك۔ إلاّ أن یقال: إنّ کلام الزیلعی مخالف لِکَلَامِ الکنز

میں کہتا ہوں کہ بزازیہ کی اس صراحت کے خلاف علامہ زیلعی نے فرائض سے کچھ پہلے "مسائل شتّٰی" میں یہ لکھا ہے کہ وہ شکار نہیں کھایا جائے گا گو کہ اس نے فوراً فوراً مرا ہوا پایا ہو۔ اس لئے کہ شکار کے حلال ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ آدمی اسے زخمی کرے، یا ذبح کرے، اور اس کے بغیر تو وہ سینگ کی مارے، یا اوپر سے گر کر مَرے ہوئے جانور کی

(۱) ألدّرالمختار فوق ردالمحتار ص۴۳۸ ج۹، کتاب الذبائح۔دارالباز۔

وغیرہ، حیث قال: "فجاء فی الیوم الثانی فَوَجَدَہ، مجروحًا میّتا لم یؤکل" فھٰذا یؤیّد توفیق البزازی وإن قال الزیلعی: إنّ تقییدہ، بالیوم الثانی وقع إتفاقاً، ولعلّ مرادالزیلعی لایحِلّ إذاقدر علی الذکاۃ الإختیاریۃ، وإلاّفجرح الإنسان مباشرۃً لیس شرطًا فی الذکاۃ الإضطراریّۃ۔ فلیتامّل إھ (۱)

طرح ہے وہاں شارح نے بھی اسی پر جزم فرمایا ہے۔

ہاں یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ علامہ زیلعی کا یہ قول کنز وغیرہ کے قول کے خلاف ہے کیونکہ کنز میں یہ ہے کہ ۔۔ "شکاری دوسرے روز ہنسیا کے پاس آیا تو شکار کو زخمی حالت میں مرا ہوا پایا تو اسے نہ کھایا جائے" یہ صراحت تو بزازی کی تطبیق کی تائید کرتی ہے اگرچہ علامہ زیلعی "دوسرے روز" کی قید کو اتفاقی قرار دیں۔

شاید علامہ زیلعی کی مراد یہ ہے کہ شکاری جب ذبحِ اختیاری پر قادر ہو تو حلال نہیں۔ ورنہ ذبح اضطراری میں "جرحِ مباشرت" (خود زخمی کرنا) شرط نہیں۔ لہٰذا اس پر غور کر لیا جائے۔

اس عبارت سے دونوں باتیں واضح ہو کر سامنے آگئیں کہ یہ مسئلہ ایک تو مُختَلَف فیہ ہے، دوسرے یہ ذبحِ اضطراری کا مسئلہ ہے جس میں مباشرت شرط نہیں، اس لئے ذبحِ اختیاری کے مسئلے پر اس سے استناد بجانہ ہوگا۔

(۲) شکار کے باب میں شریعتِ سمحہ سہلہ نے خلافِ قیاس جانور کو حلال کرنے

(۱) ردالمحتار ص۴۳۸، ۴۳۹ ج۹، کتاب الذبائح۔دارالباز۔

کے ایسے طریقوں کی اجازت دی ہے جو ذبح کے باب میں قطعی مقبول نہیں، مثلاً جانور کے بدن میں کہیں بھی زخم لگ جانا، کتے وغیرہ کے فعل کو آدمی کا فعل قرار دینا۔

چیتا، کتا، باز سب فاعلِ مختار ہیں اپنے قصد واختیار سے شکار کو پکڑتے اور زخمی کرتے ہیں تو "جرح" کے مباشر یہی ہوئے مگر شریعت بالاتفاق یہ جرح آدمی کا فعل تسلیم کرتی ہے اور آدمی کو ہی "جَارِح" مان کر شکار کی حِلّت کا فیصلہ صادر کرتی ہے حالانکہ حقیقت میں جرح آدمی کا نہیں، جانور کا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ یہاں آدمی کی طرف جرح کے انتساب کی ضرورت ہے اور بندہ اس کے لئے مضطر ہے اگر ایسا نہ ہو تو شکار کا دروازہ بند ہو سکتا ہے۔ بدائع میں ہے:

وأمّا (الذکاۃ) الإضطراریّۃ: فرُکنُھا العقر وھُوَالجرح فی أیِّ موضع کان، وذلك فی الصّید۔۔۔ وإنّما کان کذٰلِك، لأنّ الذّبحَ إذا لم یکن مقدوراً ولابُدَّ مِن إخراج الدَّمِ۔فیُقامُ سببُ الذّبحِ مَقامَہٗ وھوالجرح علی الأصل المعھود فی الشرع مِن إقامۃ السبب مقام المسبّب عندالعذر والضرورۃ۔إھ ملخّصا(۱)

ذبح اضطراری کا رکن یہ ہے کہ شکار کو کسی بھی جگہ زخم لگ جائے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ذبح کرنا جب قدرت سے باہر ہے اور حلال کرنے کے لئے خون بہانا بھی ضروری ہے، تو سببِ ذبح "زخم" کو ذبح کے قائم مقام گروانا جائے گا کہ شریعت میں یہ اصل معہود ہے کہ عذر وضرورت کے وقت سبب مُسبَّبُ کے قائم مقام ہوتا ہے۔

---

(۱) بدائع الصنائع ص۴۳، ج۵، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

یہی وجہ ہے کہ تیر اور کتے کے ذریعہ شکار کو جائز قرار دیا گیا۔ ہدایہ کتاب الدیات میں ہے :

ألبهيمه مختارة فى فعلها ولاتصلح نائبَةً عن المُرسِلِ فلا يُضافُ فِعلُها إلىٰ غيرها۔ هٰذا هوالحقيقة۔ إلاّ أنّ الحاجة مَسّت فى الإصطياد، فأضيف إلى المُر سِل، لِأنّ الإصطياد مشروع، ولاَ طريق لَه' سِوا ہُ۔ إھ ---- (۱)

چوپایہ (مثلاً کتا) اپنے فعل میں مختار ہے جو اپنے مُرسِل یعنی بھیجنے والے کا نائب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اس لئے اس کا فعل دوسرے کی طرف منسوب نہ ہوگا، یہی حقیقت ہے مگر شکار کے باب میں اس کی حاجت پیش آتی ہے اس لئے چوپائے کا فعل مُرسِل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ شکار کرنا مشروع ہے جس کے لئے اسکے سوا (خود سے پکڑ کر ذبح کرنے کا) کوئی طریقہ نہیں۔

شکار کا ایک طریقہ نصبِ مناجل "ہنسیا لگانا" بھی ہے جو [illegible] ہے اور اس کی بھی حاجت ہے کیونکہ جو شکار کتے وغیرہ کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں وہ بھی اس سے شکار ہو جاتے ہیں تو بوجہِ حاجت اسے "رَمیٔ سہم" کے ساتھ ملحق کیا گیا، یہاں آدمی کا فعل "نصب" ہے اور وہاں رَمی۔ اور کتے وغیرہ کے ذریعہ شکار میں آدمی کا فعل "اِرسال" ہے۔

تو جیسے "رَمی" اور "اِرسال" کی وجہ سے تیر اور کتے کا فعل بوجہِ حاجت انسان کا فعل قرار پاتا ہے ویسے ہی بوجہِ حاجت "نصب" کی وجہ سے ہنسیا کا فعل بھی آدمی کا فعل قرار پائے گا، مناطِ الحاق دونوں میں "حاجت" ہے۔

---

(۱) هدایه ص ۵۹۸، ج٤، کتاب الدیات، باب جنایةالبهیمة، زکریا کتبخانه۔

اور یہ الحاق ایسا ہی ہے جیسا خیارِ شرط کے ساتھ خیارِ نقد کا اِلحاق۔ کہ خیار شرط کی اجازت بوجہِ حاجت ہے مگر بسا اوقات اس سے بھی حاجت پوری نہیں ہوتی تو فقہا نے اسی مناطِ الحاق "حاجت" کی بنا پر خیار نقد کو اس کے ساتھ مُلحق فرمادیا۔

ازالۂ شبہہ | ممکن ہے یہاں یہ شبہہ کیا جائے کہ اس زمانے میں مشینی ذبائح کے گوشت میں بہت سے ممالک میں ابتلائے عام ہے، بلکہ اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ حج کے موقعہ پر عموماً یہی گوشت دستیاب ہوتا ہے تو عامۂ بلادِ اسلام کے حجاج کا بھی ابتلا ہے جو کم از کم "حاجتِ شرعیہ" کا درجہ ضرور رکھتا ہے۔ اس لئے جیسے بوجہِ حاجت "ہنسیا لگانے" کے مسئلے میں اباحت کا حکم ہے یونہی مشینی ذبائح میں بھی اباحت کا حکم ہونا چاہیئے۔

مگر یہ شبہہ اس لئے ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے کہ یہ ذبحِ اختیاری کا ذبحِ اضطراری پر قیاس ہے جو درست نہیں کیونکہ ذبحِ اضطراری خلاف قیاس نص سے مشروع ہے اور غیر قیاسی مسائل پر قیاس درست نہیں ہوتا۔

ہاں مناطِ الحاق پایا جائے تو الحاق کیا جا سکتا ہے مگر یہاں وہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ الحاق میں مُلحَق، مُلحَقٌ بِہٖ کا ہم معنی ہوتا ہے، اس کا غیر نہیں ہوتا۔ اور ذبحِ اختیاری بلاشبہہ ذبحِ اضطراری کا غیر ہے۔ ہدایہ میں خیارِ نقد کی بحث میں ہے:

والأصلُ فيه: أنّ هٰذا في معنى اشتِراط الخيار إذِ الحاجة مَسَّت إلى الإنفساخِ عند عدم	خیار نقد کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ یہ شرطِ خیار کے معنی میں ہے کیونکہ دوسرا فریق عقد کو فسخ سے بچانے کے

النقد تحرّزاً عن المُماطَلةِ فی الفسخ، فیکون مُلحقًا بہٖ۔ إھ (۱)

لئے اگر صاحبِ خیار سے ملنے میں ٹال مٹول کرے تو اُس وقت یہ حاجت پیش آتی ہے کہ دام نقد نہ ملنے کی شکل میں عقد خود ہی فسخ ہو جائے لہذا یہ خیار شرط کے ساتھ مُلحق ہو گا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ الحاق کے لئے مُلحق کو ملحَق بہٖ کا ہم معنی ہونا چاہیئے، اور یہ کہ مناطِ الحاق "معنی میں اشتراک" ہے۔

فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے :

إنّ ھٰذا فی معنی اشتراط الخیار، فیُلحق بہٖ دَلالةً، لا قیاسًا۔ والدّلالة لا یشترط فیھا سوی التّساوی، وفَہْمُ المُلحق بِمجرّدِ فَھْمِ الأصل وفھمُ الأصل مع فھم اللّغة۔۔۔۔ ألمعتبُر فی الدّلالة الإشتراك فی الجامع الّذی یفھمہ' من فھم اللّغة(۲)

خیارِ نقد، خیار شرط کے معنی میں ہے لہٰذا یہ اسی کے ساتھ دلالۃ النص سے ملحق ہو جائے گا۔ قیاس سے نہیں۔ اور دلالۃ النص میں شرط صرف یہ ہے کہ مدلول منصوص کے مساوی ہو اور مُلحق محض اصل یعنی ملحَق بہٖ کے سمجھ لینے سے سمجھ میں آجائے اور "اصل" لغت کے فہم سے سمجھ میں آجائے۔۔۔۔ دلالۃ النص میں منصوص اور مدلول کا اس معنی میں اشتراک معتبر ہے جو لغت کے فہم سے سمجھ میں آجائے۔

---

(۱) ھدایہ ص ۱٤ ج ۳ باب خیار الشّرط، رشیدیة۔

(۲) فتح القدیر ص ٥٠٤ ج٥، باب خیار الشرط۔

اس عبارت سے الحاق کا مفہوم عیاں ہو کر یہ سامنے آگیا کہ مُلحق اور مُلحق بِہٖ کا معنی ایک ہوتا ہے۔

اب غور فرمایئے!

ذبحِ اضطراری کا جو مفہوم شرعاً ولغۃً معلوم ہے وہ بلاشبہہ "ذبحِ مناجل" پر صادق آتا ہے اس لئے دونوں کا مفہوم ایک ہے، ایک دوسرے کا غیر نہیں، لہٰذا ذبحِ مناجِل کا الحاق ذبحِ اضطراری کے ساتھ درست ہوگا۔

لیکن مشینی ذبیحہ ذبحِ اختیاری کے معنی میں نہیں اس لئے اس کے ساتھ مشینی ذبیحہ کا الحاق بجا نہیں۔

(۳) بلکہ ہنسیا لگا کر شکار کرنے کا یہ مسئلہ خلافِ قیاس نص سے ثابت ہے جیسا کہ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل صراحت سے عیاں ہوتا ہے، رقمطراز ہیں:

إذ انَصَبَ المناجل للصّيد فعقَرت صيداً، أوقَتَلته حَلّ۔۔۔ رُوِى نحو ذلك عن ابن عمر وهو قول الحسن وقتادة ۔۔۔ ولنا: قولُ النّبِىّ صلى الله عليه و سلّم: "كُلُ مارَدّتْ عَلَيْك يَدُك" ولأنّه قتلَ الصّيدَ بحديدةٍ على الوجهِ المعتادفأشبَهَ مالو رماه بها۔

شکار کے لئے ہنسیا نصب کیا اور اس نے کسی شکار کو ذبح یا قتل کر دیا تو وہ حلال ہے۔۔۔ ایسا ہی حضرت ابن عمر سے مروی ہے اور وہی حضرت حسن و قتادہ کا قول ہے۔

ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ "اسے کھاؤ جو تیرے ہاتھ نے تجھ پر لوٹایا"

ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے شکار کو دھاردار آلہ سے معتاد طریقے

اھ ملخصاً۔۔(۱) پر قتل کیا تو تیر کے ذریعہ شکار کرنے کے مشابہ ہوا۔

اور جو حکم خلاف قیاس نص سے ثابت ہوتا ہے وہ منصوص ہی تک محدود ہوتا ہے اس پر غیر منصوص کا قیاس درست نہیں ہوتا۔

(۴) "نصبِ مناجل" والے مسئلے میں شکاری نے جس طور پر ہنسیا نصب کیا ہے اس میں کسی غیر کی طرف سے کوئی ترمیم یا تحریک ایسی نہیں پائی گئی جس کے باعث شکاری کا فعل منسوخ قرار دیا جائے مگر مشینی نظام ذبح میں بجلی نے اپنی تحریک کے ذریعہ مشین کے جمود کو توڑ کر انسان کے فعلِ نَصب کو منسوخ کردیا ہے اس لئے بھی ہنسیا والے مسئلے پر مشین کے مسئلے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

(۵) نیز یہ امر تو بالکل عیاں ہے کہ شکاری نے ہنسیا کو خاص طور سے نصب کر دیا تو اس میں کسی غیر شکاری کی شرکت نہیں ہے مگر مشینی نظامِ ذبح میں بجلی کی شرکت بہر حال ہے جو ذبح کی اہل نہیں۔ تو آدمی کے ساتھ غیر آدمی کے اشتراک کی وجہ سے یہ ذبح شرعی نہ ہوگا۔

الغرض ہنسیا والے مسئلے سے مشینی ذبیحہ کے جواز پر استناد متعدد وجوہ سے فاسد ہے، اس لئے مشینی ذبیحہ کے عدمِ جواز پر جو دلائل پیش کئے گئے ہیں وہ نقض سے پاک و مستحکم ہیں۔

مشینی ذبیحہ کے حرام ہونے کی پہلی وجہ تو مشینی ذبیحہ کے حرام ہونے کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ وہ بجلی کا ذبیحہ ہے، آدمی کا نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ذابح کے لئے ایک شرط لازم یہ ہے کہ وہ مسلم ہو، یا

---

(۱) المغنی لابن قُدامة الحنبلی ص۵۵۸ ج۸، کتاب الصید والذبائح۔

کتابی۔ کتابی وہ شخص ہے جو اللہ عزّو جلّ اور اس کی کسی کتاب اور نبی پر ایمان رکھتا ہو جیسے یہود و نصاریٰ۔ فتح القدیر میں کتابی کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی :

والکتابی:مَن یُّومِنُ بِنَبِیٍّ، وَیُقِرُّ بِکِتَابِ۔ أمّا مَن امنَ بزبور داؤد وصحف إبراهيم وشيث فهم أهلُ کتاب۔ (۱)

کتابی وہ شخص ہے جو کسی نبی پر ایمان رکھتا ہو اور کسی آسمانی کتاب کا اقرار کرتا ہو۔ تو جو لوگ حضرت داوٗد علیہ السلام کی زبور اور حضرت ابراہیم و شیث علیہما الصلاۃ والسلام کے صحیفوں پر ایمان لائے وہ بھی اہل کتاب ہیں۔

اس تعریف کو سامنے رکھ کر جب موجودہ دور کے یہود و نصاریٰ کی مذہبی زندگی کا جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ نصاریٰ کی بھاری اکثریت اب کتابی نہ رہی، بلکہ دَھرِیَہ ہو چکی ہے البتہ یہود آج بھی عموما کتابی ہیں۔ لہٰذا یہود جس جانور کو اللہ کا نام لیکر ذبح کریں حلال ہے ورنہ حرام اور شک ہو تو سب حرام، مگر نصاریٰ کا ذبیحہ مطلقاً حرام۔

یہود و نصاریٰ کے کتابی ہونے کی تحقیق آج کل کے یہود و نصاریٰ کتابی ہیں یا نہیں ؟ اس کی تحقیق کے لئے ہمیں ان کے بنیادی عقائد کے بارے میں جانکاری حاصل کرنی ہوگی۔ راقم الحروف نے حضرت علامہ قمر الزماں صاحب مصباحی اعظمی سے۔ جو عرصۂ دراز سے دیار یورپ میں قیام پذیر رہ کر تبلیغ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور یہود و نصاریٰ سے بالمشافہ انھیں تبادلۂ خیالات کا موقع ملتا رہتا ہے۔ اس سلسلے میں دریافت کیا تو انھوں نے درج ذیل جواب دیا :

---

(۱) فتح القدیر ص ۱۳۵ ج ۳

۱۔ یہود خدا کے وجود اور اس کی توحید کے قائل ہیں، البتہ نصاریٰ تثلیث کے قائل ہیں، یعنی خدا (باپ) حضرت عیسیٰ (بیٹا) اور روح القدس (حضرت جبریل) تینوں کو تین اور تینوں کو ایک تصور کرتے ہیں۔

تثلیث کا تصور عیسائیوں کے نزدیک یہ ہے کہ اصل خدا تو باپ ہے مگر اس نے اپنی خدائی میں بیٹا (حضرت عیسیٰ) اور روح القدس (حضرت جبریل) کو شریک کر لیا، اور یہ تینوں ایک دوسرے سے ب میں ہیں۔

۲۔ یہود اللہ تعالیٰ کی صفات ازلیہ کو مانتے ہیں مگر نصاریٰ کے یہاں صفاتِ ازلیہ۔۔ خلق، قدرت اور علم، وغیرہ۔ کا مفہوم واضح نہیں ہے۔

۳۔ یہود صرف توریت اور زبور کو مانتے ہیں جن کو "عہد نامۂ قدیم" کہتے ہیں۔ مگر انجیل اور قرآن کو نہیں مانتے۔ نصاریٰ توریت، زبور اور انجیل کو مانتے ہیں مگر قرآن عظیم کو نہیں مانتے البتہ نصاریٰ عہد نامۂ قدیم (توریت اور زبور) کے بہت سے ابواب، خاص طور پر جن کا تعلق عقاید اور حلت و حرمت سے ہے اس پر عمل نہیں کرتے۔

۴۔ عیسائی اور یہودی دونوں ہی پیغمبر اسلام کی نبوت اور قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کے منکر ہیں۔

۵۔ عیسائیوں کی اکثریت (تقریباً نوے فیصد) مذہب اور خدا کی منکر ہو گئی ہے۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ تم عیسائی ہو؟ تو اکثر یہ جواب دیتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ البتہ یہود زیادہ تر اپنے دین پر قائم ہیں۔

۶۔ بائبل: توریت، زبور اور انجیل کے مجموعہ کو کہتے ہیں توریت اور زبور کو

عہد نامۂ قدیم اور انجیل کو عہد نامۂ جدید کہتے ہیں۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد میں لکھی گئی، اس سے پہلے کئی سو سال تک غائب رہی اس لئے اہل اسلام اس کو بعینہٖ مُنَزّل مِنَ اللّٰہ نہیں مانتے، مگر عیسائی اور یہودی اپنی اپنی کتابوں کو "آسمانی کتاب" مانتے ہیں۔

۷۔ یہود بوقت ذبح اللہ کا نام لیتے ہیں، مگر نصاریٰ کے یہاں اس کا کوئی رواج نہیں ہے، یہودی اپنے جانور اپنے مذہبی عالم "رِبّی" (ربانی) کے ذریعہ ذبح کراتے ہیں اور مقامِ ذبح سے مقامِ بیع تک ذبیحہ یہودیوں کے مذہبی افراد کی نگرانی میں رہتا ہے مگر عیسائی اس کا اہتمام نہیں کرتے۔ (ختم شد)

ایک عیسائی عالم کی صراحت پھر میں نے ایک ذمہ دار عیسائی عالم فادر پربھولانس ڈائرکٹر شعبۂ مطالعۂ مذاہب سینٹ زیوئیرس کالج (St. Xaviers College)[۵] سے ان کے عقائد اور جانوروں کے ذبح کے بارے میں کچھ سوالات دریافت کئے جن کے جوابات لانس صاحب نے یہ دئے:

ا۔ بائبل اللہ کا کلام ہے مگر الفاظ انسانوں کے ہیں، یہ کلام الٰہی کسی کاغذ، وغیرہ پر لکھ کر نازل نہیں ہوا، بلکہ اسے خدا سے انبیا نے سنا، بعد میں اسے کاغذ وغیرہ پر منتقل کیا گیا۔

بائبل اصل میں "بِبلیَاس" تھا یہ گِرِیک زبان کا لفظ ہے اس کا معنی ہے کتاب۔ بائبل عہد نامۂ قدیم (اولڈ ٹِسٹمنٹ) و عہد نامۂ جدید (نیو ٹِسٹمنٹ) دونوں کا مجموعۂ مرکب ہے۔

عہد نامۂ قدیم: انہتر ۶۹ کتابیں ہیں ان میں سے پہلی پانچ کتابوں کو تُورا (توریت) کہتے ہیں یہ کتابیں حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر نازل

---

[۵] بمبئی۔

ہوئی تھیں انھیں انگریزی میں بُک آف موزیز(Book of Moses) کہا جاتا ہے۔

عہد نامۂ جدید: یہ ۲۷ کتابیں ہیں، انجیل بھی اسی میں شامل ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر نازل ہوئی تھی۔

۲۔ عیسائیوں کے تین فرقے ہیں: (ا)۔ رومن کیتھلِک (ب)۔ آرتھوڈاکس کرِسچن (ج)۔ پَرَاٹِسٹنٹ کرِسچن۔۔۔ تینوں فرقے خدا کے وجود کے قائل ہیں، بنیادی عقائد سب کے ایک ہیں، مثلاً:

اللہ خالق ہے، دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے آدمی، روح، وغیرہ سب کو اسی نے پیدا کیا۔ وہی سب کا مالک ہے، ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا، اس کے پہلے کوئی چیز نہیں تھی، زندہ چیزیں مرنے کے بعد دوبارہ کسی اور شکل میں زندگی نہیں پائیں گی، یعنی تناسخ باطل ہے، حساب و کتاب سزا و جزا کے لئے ان کو زندگی دی جائے گی، وہی قیامت کا دن ہوگا۔ جو عیسائی ہے اس کا یہی عقیدہ ہے اور جس کا یہ عقیدہ نہیں وہ عیسائی نہیں۔ قرآن اللہ کی کتاب ہے جو پیغمبر محمدؐ ﷺ پر نازل کی گئی اس میں عہد نامۂ قدیم کے بہت سے پیغمبر حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب کے واقعات ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے اوتار ہیں، خدا ان میں موجود تھا، ہم ان کو خدا بھی مانتے ہیں، روح القدس (جبریل) کو بھی خدا کہتے ہیں۔ فادر (باپ) خالق کو کہتے ہیں۔ حضرت مریم عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہیں، کنواری ہیں، روح القدس نے حضرت مریم کو پیغام دیا کہ مقدس سایہ آپ پر حاوی ہوگا، پھر عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

۳۔ ہر ملک و مذہب میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو اللہ کے قائل نہیں ان کو ہم "اے تھیسٹ" کہتے ہیں، انھیں کو ہندی میں "ناستِک" اور اردو میں "دَھریَہ" کہا جاتا ہے اس قسم کے لوگ عیسائی مذہب میں بھی موجود ہین۔

۴۔ عہد نامۂ قدیم کو یہودی، عیسائی دونوں مانتے ہیں البتہ یہودی اس میں سے صرف ۶۵ کتابیں مانتے ہیں اور عیسائی ۶۹ کتابیں مانتے ہیں۔

۵۔ عہد نامۂ قدیم میں یہ صراحت ہے کہ جانور کا گلا کاٹ کر خون بہا دیا جائے یہی ذبح ہے اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ فلاں جانور حلال ہے، فلاں جانور حرام، یہودیوں کا اسی پر عمل ہے۔

مگر عہد نامۂ جدید میں جانوروں کے ذبح کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں، نہ یہ ذکر ہے کہ فلاں جانور حلال ہے، فلاں حرام۔ تو ہمارے مذہب میں ساری غذائیں پاک ہیں، ذبح کی کوئی پابندی نہیں، بغیر ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے۔

عہد نامۂ قدیم میں ذبح کے سلسلے میں جو کچھ ہدایات ہیں وہ یہودیوں کے لئے تھیں اور اُسی وقت تک کے لئے تھیں۔ عہد نامۂ جدید نے قدیم کی تکمیل کی ہے اور قدیم میں ذبح کے بارے میں جو کچھ ہے ان سب کو جدید نے منسوخ کردیا ہے کیونکہ عہد نامۂ جدید میں یہ صراحت ہے کہ "کوئی غذا انکلین(UNCLEAN) یعنی ناپاک نہیں ہے"

۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آج بھی زندہ ہیں ان کی فیزیکل باڈی مر چکی ہے لیکن گلوریفائڈ باڈی زندہ ہے، ان کو سولی دی گئی۔ گلے میں پھندا نہیں ڈالا گیا تھا بلکہ دونوں ہاتھوں کی کلائیوں میں پنجے کے قریب اور پیروں مین بھی کیل ٹھونک دی گئی تھی ۔ (ختم شد)

ایک یہودی عالم سے انٹرویو: یہودی مذہب کے ایک ذمہ دار عالم رَبّی سنڈرس (مانچسٹر) سے راقم الحروف نے بولٹن (برطانیہ) میں ان کے عقائد و مسائل کے بارے میں انٹرویو لیا تو موصوف نے یہ جوابات دیئے: ''خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسکے سوا کسی اور کی عبادت جائز نہیں، خدا ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا، وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا نہ کبھی مرے گا حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے رسول تھے، خدا نہیں تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام فرمایا اولڈ ٹسٹمنٹ (عہد نامہ قدیم) آسمانی کتابیں ہیں ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں ان میں ۲۴ کتابیں ہیں، پہلی چار کتابوں کو تورات کہتے ہیں یہ اللہ کا کلام ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے سب سے افضل نبی تھے۔

جانور حلال ہونے کے لئے اسے ذبح کرنا ضروری ہے ہم لوگ بغیر ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت نہیں کھاتے ذبح صرف ربی کرسکتا ہے یا جو ربی کے بہت قریب ہو، ذبح سے پہلے ایک مختصر سی دعا پڑھی جاتی ہے وہ یہ ہے۔ ''بڑی رحمت والا ہے تو جو سب دنیا کا مالک ہے اپنے حکم سے ہم کو پاک بنایا اور ہمیں ذبح کرنے کا حکم دیا'' یہ دعا پڑھ کر جانور کو ذبح کیا جاتا ہے عین ذبح کے وقت میں کوئی دعا نہیں پڑھتے اور ایک بار پڑھ کر دس بیس یا جتنے جانور چاہیں ذبح کر سکتے ہیں الگ الگ ہر جانور پر دعا پڑھنا ضروری نہیں، بہتر یہ ہے کہ درمیان میں دنیا کی بات نہ کرے لیکن اگر کرلی تو بھی ذبیحہ حلال رہے گا ذبح کی یہ تفصیلات تالموڈ میں مذکور ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔''

(ختم شد)

اس تفصیل کی روشنی میں جب ہم موجودہ دور کے یہود و نصاریٰ کے مذہبی حال کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ امور واضح ہو کر سامنے آتے ہیں :

ا۔ آج کل کے یہودی عام طور سے کئی آسمانی کتابوں (عہد نامۂ قدیم جس میں ۶۹ کتابیں ہیں) بالخصوص توریت کو مانتے ہیں اور خدائے پاک کے وجود کے قائل ہیں، لہذا یہ اہلِ کتاب ہیں، عہد رسالت کے کچھ یہود تو حضرت سیدّنا عُزَیر علیہ السلام کو "ابن اللہ" مانتے تھے جو کھلا ہوا شرک ہے پھر بھی وہ اہل کتاب تھے تو آج کے توحید پرست یہودی اس نام کے بجا طور پر مستحق ہوں گے۔

ہاں یہ حقیقت ہے کہ یہ لوگ قرآن مقدس کو کتاب اللہ اور حضور سید الانبیا ﷺ کو رسول نہیں مانتے مگر عہد رسالت کے یہود بھی اسی غلط نظرئے کے حامی تھے بلکہ وہی ان کے پیشوا ہیں، چنانچہ قرآن حکیم میں ہے :

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَاتَعْمَلُوْنَ ه قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ط(۹۸،۹۹، آل عمران ۳)	تم فرماؤ، اے کتابیو! اللہ کی آیتیں کیوں نہیں مانتے اور تمھارے کام اللہ کے سامنے ہیں۔ تم فرماؤ، اے کتابیو! کیوں اللہ کی راہ سے روکتے ہو (نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرکے) اُسے جو ایمان لائے، اسے ٹیڑھا کیا چاہتے ہو اور تم خود اس پر گواہ ہو (کہ سید عالم ﷺ کی نعت توریت میں مذکور ہے)۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (۲۳۔ آل عمران ۳)

کیا تم نے انھیں نہ دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ ملا، وہ کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ وہ ان کا فیصلہ کرے پھر ان میں کا ایک گروہ اس سے روگرداں ہو کر پھر جاتا ہے۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے :

"یہود کو توریت شریف کے علوم واحکام سکھائے گئے تھے جن میں سید عالم ﷺ کے اوصاف واحوال اور دین اسلام کی حقانیت کا بیان ہے اس سے لازم آتا تھا کہ جب حضور تشریف فرما ہوں اور انھیں قرآن کی طرف دعوت دیں تو وہ حضور پر اور قرآن شریف پر ایمان لائیں، اور اس کے احکام کی تعمیل کریں لیکن ان میں سے بہتوں نے ایسا نہیں کیا۔

اس تقدیر پر آیت میں مِنَ الْكِتٰبِ سے "توریت" اور كِتٰبُ اللّٰهِ سے قرآن شریف مراد ہے" (خزائن العرفان)

ان آیات میں یہودیوں کے اس گروہ کو "اہل کتاب" کہا گیا ہے جو قرآن وصاحب قرآن پر ایمان نہیں لائے اور آج کے یہود اسی گروہ کے پیروکار ہیں تو یہ لوگ بھی اپنے پیشواؤں کی طرح اہل کتاب ہوئے۔

یہود کے یہاں آج بھی جانوروں کے ذبح کا تصور پایا جاتا ہے مگر وہ مسلمانوں کی طرح ہر جانور کے ذبح پر اللہ کا نام نہیں لیتے اس لئے ان کے ذبح کئے ہوئے جانور عموماً حرام ہیں۔ مگر یہ کہ معلوم ہو کہ فلاں جانور سب سے پہلے ذبح ہوا ہے یا خاص جانور کے ذبح پر اس نے اللہ کا نام لیا ہے خلافا للامام الشافعی رحمۃاللہ علیہ

(د) عیسائیوں کی بڑی تعداد جس کا تخمینہ نوے فیصد کیا جاتا،

ہے۔ غیر کتابی ہے بلکہ وہ مذہب بیزار، خدا کی منکر، دہریہ ہے۔ قرآن پاک نے دہریوں کے خیالات کا نقشہ یوں کھینچا ہے، ارشاد باری ہے :

وَقَالُوا مَا هِيَ اِلاَّ حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا، وَمَا يُهلِكُنَا اِلاَّ الدَّهرُ ج وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ۔	اور بولے وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی، مرتے ہیں اور جیتے ہیں، اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا، مگر زمانہ۔ اور انھیں اس کا علم نہیں۔

(۲٤/ الجاثیہ ٤٥)

ان کا ذبیحہ حرام قطعی ہے، مُردار کے حکم میں ہے، مسلمان کے لئے اسے کھانا گناہ ہے کہ یہ لوگ صرف نام کے عیسائی ہیں، حقیقت میں لامذہب، اور خدا کے باغی ہیں۔

ہ۔ جو عیسائی آسمانی کتب و صحائف (عہد نامۂ قدیم و جدید) پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا کے وجود کے قائل ہیں وہ کتابی ہیں۔

رہ گئی یہ بات کہ یہ لوگ توحید پرست نہیں، بلکہ تثلیث (تین خدا) کے قائل اور شرک کے دلدادہ ہیں، عام طور سے یہ قرآن مقدس کو کتاب اللہ اور حضور سیّد عالم ﷺ کو رسول اللہ نہیں مانتے تو اس سے ان کے اہل کتاب ہونے پر اثر نہیں پڑتا، حضور اقدس ﷺ کے عہد کے عیسائیوں کے بھی عقاید یہی تھے، وہ تثلیث (تین خدا) کے قائل، اور قرآن کے کتاب الٰہی ہونے اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی رسالت کے منکر تھے پھر بھی قرآن عظیم نے انھیں اہلِ کتاب سے شمار کیا، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے :

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ ط

(۶۸/ المائدۃ۔ ۵)

تم فرمادو، اے کتابیو! تم کچھ بھی نہیں ہو (کسی دین وملت میں نہیں) جب تک نہ قائم کرو، توریت اور انجیل اور جو کچھ تمھاری طرف تمھارے رب کے پاس سے اترا۔ (یعنی قرآن پاک)

خاص عیسائیوں کے ناپاک عقیدۂ شرک کا تذکرہ قرآن حکیم نے سورۂ مائدہ میں یوں فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَ رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ط وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ہ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ہ

(۷۲، ۷۳/ المائدہ۔ ۵)

بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمھارا رب ہے، بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا۔ اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے (اور تثلیث کے معتقد رہے، توحید اختیار نہ کی) تو جو ان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہونچے گا۔

ان آیات کریمہ میں عیسائیوں پر حکم کفر و شرک عاید کیا گیا ہے اور

انھیں کو سورۂ نسا میں "اہل کتاب" کہہ کر مخاطب فرمایا گیا، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے :

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ ط اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ ج اَلْقٰھَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ ز فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ قف وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃٌ ط اِنْتَھُوْا خَیْرًا لَّکُمْ ط اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ط سُبْحٰنَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ م

اے کتاب والو! اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ پر نہ کہو مگر سچ۔ مسیح عیسیٰ، مریم کا بیٹا، اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح۔ تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور تین (خدا) مت کہو، باز رہو اپنے بھلے کو۔ اللہ تو ایک ہی خدا ہے، پاکی اسے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہو۔

(١٧١/ النساء ـ ٤)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ آج کے جو عیسائی قرآن کو کتاب الٰہی نہیں مانتے اور حضور سید عالم ﷺ کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے مگر انجیل کو کتاب الٰہی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول مانتے ہیں یعنی ماننے کے دعویدار ہیں وہ عہدِ رسالت کے عیسائیوں کی طرح اہل کتاب ہیں۔ اگر وہ اللہ عزوجل کا نام لے کر جانور ذبح کریں تو ان کا ذبیحہ حلال ہوگا مگر ایسے عیسائیوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔

و۔ یہ بھی ایک طرفہ تماشہ ہے کہ تھوڑے سے جو عیسائی کتابی کہے جا سکتے ہیں ان کے یہاں ذبح کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا، ان کے گمان میں مرا ہوا

جانور بھی حلال ہے اور گلا گھونٹا ہوا بھی، اور نہ صرف حلال بلکہ پاک بھی۔ کیونکہ عہد نامۂ جدید میں ان کے پُرکھوں نے تحریف کر کے یہ شریعت گڑھ لی ہے کہ "کوئی غذا انکلین (Unclean) یعنی ناپاک نہیں ہے" ساتھ ہی ان کا یہ خیال بھی ہے کہ جب انجیل نے ہر غذا کے پاک ہونے کی صراحت کردی تو اس سے پہلے توریت میں غذاؤں کی ناپاکی اور حرمت کا جو تصور دیا گیا تھا وہ منسوخ ہو گیا، حالانکہ خود انجیل اسکی تردید کرتی ہے، متیٰ اور لوقا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول اپنی اپنی انجیل میں نقل کیا ہے:

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں، بلکہ مکمل کرنے آیا ہوں"

(انجیل متی ۵۔۱۷۔۲۰۔۔انجیل لوقا۱۶، ۱۷)

غرضیکہ عیسائیوں کا یہی نظریہ و عمل تھا جس کے پیش نظر فقہا نے انھیں یہودیوں سے بدتر قرار دیا، چنانچہ درمختار میں ہے:

وَالنّصرانی شرٌّ من الیهودی فی الدّارین، لأنّهٗ لا ذبیحة له' بل یخنق کمجوسیٍ اھ (الدّر المختار، باب نکاح الکافر)	عیسائی یہودی سے بدتر ہیں دنیا میں بھی، اور آخرت میں بھی۔ کیونکہ عیسائی کے یہاں کوئی ذبیحہ نہیں پایا جاتا، بلکہ وہ مجوسی کی طرح جانور کا گلا گھونٹتا ہے۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:

فی أضحیّة الولوالجیة: وَالنّصرانی لا ذبیحة له'، وإنّما	فتاوی ولوالجیہ کے کتاب الاضحیہ میں ہے کہ عیسائی کے یہاں کوئی ذبحہ

: یاکل ذبیحة المسلم أو یخنق   نہیں وہ صرف مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہے، یا جانور کو گلا دبا کر مار ڈالتا ہے۔
اھ ----------(۱)

مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ' نے اپنا مشاہدہ یوں بیان کیا ہے:

"نصارائے زمانہ (موجودہ زمانے کے عیسائیوں) کا حال معلوم ہے، کہ نہ وہ تکبیر کہیں، نہ ذبح کے طور پر ذبح کریں۔ مرغ و پرند کا تو گلا گھونٹتے ہیں اور بھیڑ، بکری کو اگرچہ ذبح کریں رگیں نہیں کاٹتے، فقیر نے بھی اسے مشاہدہ کیا ہے"(۲)

لیکن غیر مذبوح جانوروں کے گوشت کی مضرت رسانی کا جائزہ لینے کے بعد انھوں نے ذبح کا طریقہ اختیار کیا جو کسی کتابِ سماوی پر عمل کے لئے نہیں بلکہ میڈیکل سائنس کی اس تحقیق پر مبنی ہے کہ خون میں تیزابی مادہ (یورک ایسڈ) زیادہ پایا جاتا ہے جو صحت کے لئے مضر ہے۔

حُکم

☆ جو عیسائی اپنے عقاید کے لحاظ سے کتابی نہیں، دہریہ ہیں ان کا ذبیحہ تو یقیناً حرام ہے جیسا کہ گزرا۔

☆ اور جو عیسائی اپنے عقاید کے لحاظ سے کتابی ہیں وہ بھی ذبح کے باب میں ایسا نظریہ رکھتے ہیں جو اسلامی نظریۂ ذبح سے کسی طرح میل نہیں کھاتا، بلکہ دونوں میں مکمل تضاد پایا جاتا ہے مثلاً مُردار اسلام میں قطعی حرام ہے اور ان کے یہاں قطعی حلال۔ اس لئے موجودہ دور کے عیسائی کتابی

(۱) ردالمحتار، بابُ نکاحِ الکافر، ص ۳۷۲ ج ٤، مکتبہ زکریا۔

(۲) فتاوی رضویہ ص ۳۳۱ ج ۸، کتاب الذبائح، سنی دارالاشاعت، مبارکفور۔

ہو کر بھی ذبح کے باب میں مجوسی کی طرح ہیں اور ان کا ذبیحہ حرام ہے۔

وجہ یہ ہے کہ جانور کے حلال ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ شرعی اصول کے مطابق اس کا ذبح ہونا معلوم ہو، اور عیسائی جب مذہباً ذبح و اصول ذبح کے پابند نہیں تو اس بات کا احتمالِ قوی ہے کہ عیسائی نے اسلامی طریقے کے خلاف کسی اور طرح سے خون بہادیا ہو، مثلاً گلے کی ضروری رگیں نہ کاٹی ہوں، یا گلے میں چھرا ڈال کر خون بہادیا ہو، یا ذبح کے وقت قصداً اللہ کا نام لینا چھوڑ دیا ہو، یا کسی دہریہ عیسائی کو ذبح میں شریک کرلیا ہو اور بابِ ذبح میں شبہۂ حرمت بھی جانور کے حرام ہونے کے لئے کافی ہے۔

ہاں اگر وہ مسلمان کے سامنے اپنے ہاتھوں صحیح طور پر ذبح کرے اور وقت ذبح اللہ کا نام لے تو وہ ذبیحہ حلال ہوگا کہ ذبیحہ کتابی کا ہے اور شرعی اصول کے مطابق ذبح ہونا معلوم و محقق ہے۔

☆ یہ حکم تو کتابی عیسائی کے ذبیحہ کا ہے یعنی عیسائی نے اپنے ہاتھ سے اور خالص اپنی قوت سے ذبح کیا پھر بھی یہ ذبیحہ اس لئے حرام قرار پایا کہ وہ ذبح کا قائل نہیں۔ تو اگر وہ صرف مشین کا بٹن دبادے اور ذبح کا کام مشین انجام دے تو بدرجۂ اولیٰ وہ ذبیحہ حرام قرار پائے گا کہ یہ مشینی ذبیحہ ہے نہ کہ مسلم یا کتابی کا ذبیحہ۔

☆ علاوہ ازیں عصر حاضر میں چونکہ عیسائی کتابی و غیر کتابی دونوں ہی طرح کے پائے جاتے ہیں تو بٹن دبانے والے کا کتابی ہونا کم از کم مشکوک ضرور ہوگیا اور بابِ حرمت میں شک بھی مثل یقین ہوا کرتا ہے اس لئے بٹن

دبانے والا اگر عیسائی ہے اور اس کا کتابی ہونا محقق نہیں تو حکم بہر حال حرمت کا ہی ہوگا۔ ہدایہ کتابُ البیوع میں ہے:

لِأنّ الشّكّ وقع فی شرط الإجازة فلایثبت مع الشّكِّ اه۔ (۱)

اس لئے کہ شک یہاں اجازت کی شرط میں ہے تو وہ شک کے ساتھ ثابت نہ ہوگی۔

درمختار کتابُ الصید میں ہے:

وقد وقع فی عصرنا حادثة الفتویٰ، وھی أنّ رجلاً وجد شاتَه' مذبوحةً ببستانِهِ ھل یحلّ له' أکلُها، أم لا؟

ہمارے زمانے میں ایک نیا مسئلہ یہ سامنے آیا کہ ایک شخص نے اپنی بکری اپنے ہی باغ میں ذبح کی ہوئی پائی تو کیا اسے یہ بکری کھانا حلال ہے، یا حرام۔؟

ومقتضیٰ ماذکرناہ أنّه' لایحلّ، لوقوع الشّكِ فی أنّ الذابح ممَّنْ تحِلُّ ذکاتُه' أم لا، وھل سمّی اللّٰه تعالیٰ علیھا أم لا۔ اه (۲)

تو زیلعی کے جزئے کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ بکری حلال نہیں کیونکہ یہاں یہ شک واقع ہوگیا کہ ذابح کون ہے، اس کا ذبیحہ حلال ہے، یا نہیں اور اس نے ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا ہے، یا نہیں۔

اس باب میں یہی موقف شوافع کا بھی ہے چنانچہ امام محقق شیخ شہاب الدین قلیوبی رحمۃ اللہ علیہ محلّی شرح منہاج کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

---

(۱) ألهدایه ص۷۳ ج۳، باب الإستحقاق فصل فی بیع الفضولی و کذافی الفتح والکفایةوالعنایة ص۱۹۳ ج٦۔

(۲) ألدّر المختار کتاب الصید، ص٦٦ ج۱۰، دارالباز۔

ولو رأيناشاةً مَذبوحةً، ولم ندر مَن ذبحها۔ فإن كان في البلد نحو مجوسى لم تحِلّ، وإلّا حلّت۔ إھ۔(۱)

اگر ہمیں کوئی بکری ذبح کی ہوئی ملے اور یہ معلوم نہ ہو کہ اسے کس نے ذبح کیا ہے تو یہ دیکھا جائے کہ وہاں مجوسی وغیرہ رہتے ہیں یا نہیں، اگر رہتے ہوں تو حرام ہے، ورنہ حلال ہے۔

یہی تفصیل علامہ شامی نے بھی ردالمحتار، کتاب الصید میں کی ہے۔ اور ایسا ہی فتاوی رضویہ کتاب الذبائح میں ہے۔(۲)

یہاں سے معلوم ہوا کہ کھانے والوں کے حق میں ذبیحہ کے حلال ہونے کی ایک اہم اور بنیادی شرط یہ بھی ہے کہ انھیں ذابح کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ مسلمان، یا کتابی ہے صرف مسلمان یا کتابی ہونے کا شبہہ حلت کے لئے کافی نہ ہوگا۔

تیسری وجہ حلتِ ذبیحہ کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ گوشت اگر غیر مسلم کے ذریعہ ملے تو وہ اپنا معتمد ملازم ہو، یا پھر یہ اہتمام کیا گیا ہو کہ ذبح کے وقت سے خریداری کے وقت تک وہ گوشت برابر مسلمان کی نگرانی میں رہا ہو، تھوڑی دیر کے لئے بھی اس کی نگاہ سے اوجھل نہ ہو۔ عنقریب تکملہ (ص ۱۳۷)میں اس کی تفصیل آرہی ہے، اِن شاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔

اگر مذبح سے گوشت لانے والا غیر مسلم ہو جو اپنا ملازم نہ ہو، نہ وہ کسی مسلمان کی نگرانی میں لایا ہو تو وہ گوشت اس حیثیت سے بھی حرام ہوگا۔

---

(۱) حاشيةالقليوبى على المحلى ص۲٤۱ ج٤، بومبائی۔

(۲) ردالمحتار ص ٦٧ ج ۱۰ ـ دارالباز۔ فتاوی رضویہ ۸/۳۵۵ سنی دارالاشاعت

بعض ممالک میں یہ دستور ہے کہ مسلمان ذبح خانے میں جاکر اپنے ہاتھ سے جانور ذبح کرتے ہیں مگر انھیں چوبیس گھنٹے تک گوشت ذبح خانے کی فریج میں عیسائیوں، یا یہودیوں کی نگرانی میں چھوڑنا پڑتا ہے دوسرے روز جب وہ وقت مقرر پر آتے ہیں تو انھیں وہ گوشت بوٹی بوٹی کیا ہوا پیکٹ میں ملتا ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ یہ گوشت اگر عیسائیوں کی نگرانی میں ہو تو حرام ہے کہ آج کل کے عیسائی عموماً دہریہ غیر کتابی ہوتے ہیں اور جو عیسائی کتابی ہیں وہ بھی ذبح کے باب میں غیر کتابی کی طرح ہیں جیسا کہ گزرا۔

اور اگر وہ گوشت یہودی کی نگرانی میں ہوتو بھی اس سے احتراز واجب ہے کہ یہود ہر جانور کے ذبح پر نیز خاص وقت ذبح میں اللہ کا نام نہیں لیتے اس لئے انکی نگرانی بھی شک پیدا کرتی ہے۔

چوتھی وجہ شرائط ذبح میں ایک شرط یہ ہے کہ حلق کی چاروں یا کم از کم تین رگیں کٹ جائیں جیسا کہ حنفیہ کا مسلک ہے اور ذبح کا فعل بہر حال حلق میں ہی ضروری ہے جیسا کہ اسی پر اجماع ہے مگر مشینی ذبائح کے مشاہدین کا بیان ہے کہ تقریباً تیس فیصد سے زیادہ پرندے ایسے ہوتے ہیں جن کا حلق کٹنے کے بجائے سر اور سینہ کٹ جاتا ہے ایسے جانور اس وجہ سے بھی حرام ہوں گے کہ شرعاً ان کا ذبح بھی مُتحقّق نہ ہوا۔ یونہی وہ جانور اور پرندے بھی حرام ہیں جو بجلی کے جھٹکے کی تاب نہ لاکر پہلے ہی دم توڑ دیتے ہیں، پھر ذبح کئے جاتے ہیں۔ کہ دم توڑتے ہی وہ مردار ہو گئے پھر ذبح سے وہ حلال کیونکر ہوں گے۔

جوابات

ان تفصیلات کی روشنی میں اب ترتیب وار ہر سوال کا جواب ملاحظہ کیجئے۔

(۱) جو جانور مشین کے ذریعہ ذبح ہواوہ متعدد وجوہ سے حرام ہے

اوّلاً: ذابح کے لئے ضروری ہے کہ وہ باشعور مسلمان یا کتابی ہو جو بوقتِ ذبح خود بِسمِ اللہ اللہُ اکبر پڑھے، اور خاص ذبح کے قصد سے پڑھے مگر مشین نہ باشعور، نہ مسلمان، نہ کتابی، نہ بِسمِ اللہ پڑھنے کی اہل، نہ قصد پر قادر۔ لہذا یہ جانور ذبح ہو کر بھی حرام ہوا، اور بالا جماع حرام ہوا کہ ذبح سے جانور کے حلال ہونے کے لئے بالا جماع مسلمان، یا کتابی کا ذبح کرنا شرط لازم ہے جو یقیناً مفقود ہے جیسا کہ تفصیل کے ساتھ اسے واضح کیا گیا۔

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وَلَا تَاكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّه لَفِسْقٌ ط (٦/١٢٣)	جس جانور پر (وقتِ ذبح) اللہ کا نام نہ لیا گیا اسے نہ کھاؤ، یہ تو بلاشبہہ نافرمانی ہے۔

ثانیاً: جانور سر یا سینہ کٹنے کی وجہ سے ہلاک ہوا تو وہ مذبوح بھی نہ ہوا نہ شرعی، نہ غیر شرعی۔ ایسے جانور کا حکم ٹھیک اس جانور کا ہے جس کے بدن کا کچھ حصہ درندے نے کھالیا ہو اور وہ اسکے لگائے ہوئے زخم کی تکلیف سے مر گیا ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ۔ (اوائل مائدہ۔ ۵)	اور (تم پر حرام کیا گیا وہ جانور) جسے کوئی درندہ کھا گیا ہو۔

لہذا یہ جانور درج بالا وجوہ کے ساتھ ساتھ اس وجہ سے بھی حرام ہوا

کہ یہ قرآن حکیم کے حرام کردہ جانور "درندہ خوردہ" سے ملحق ہے۔

علاوہ ازیں یہ شرعی نقطۂ نظر سے مَیْتَہ بھی ہے کہ یہاں ذبح حقیقةً بھی مفقود ہے اور شرعاً بھی اور ہمارے نزدیک مَیْتَہ وہی ہے جو بغیر ذبح کے مرجائے، چنانچہ قرآن حکیم کی معتمد لغت المفردات میں ہے:

وَالمَیْتَةُ مِنَ الحَیَوَان: مازالَ روحُہ' بِغیرِ تذکیةٍ (۱)

مَیتہ جانور وہ ہے جس کی روح بغیر ذبح کے نکل جائے۔

سیدّ المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

کلُّ ما فارقَہ' الرّوحُ مِمّا یُذبَحُ بغیر ذکاةٍ فھو مَیْتةٌ (۲)

جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں ان میں سے کوئی جانور بلا ذبح مر جائے تو وہی مَیتہ ہے۔

تفسیر خازن، تفسیر بیضاوی اور تفسیر ابو سعود، وغیرہ میں ہے:

المَیتةُ ما فارَقَہ' الرّوحُ مِن غیر تذکِیّةٍ۔ (۳)

مَیتہ وہ جانور ہے جس کی روح بغیر ذبح کے جدا ہو جائے۔

عنایہ شرح ہدایہ کے حاشیہ "سعدی چلپی" میں ہے:

ألمخنوقةُ و أمثالُھا لیست میتةً لغةً و إن کانت میتة عندنا اہ ملخّصاً (٤)

درمختار میں ہے:

---

(۱) المفردات فی غریب القران ص٤٧٧ کتاب المیم شرکة مصطفی، مصر

(۲) تفسیر ابن عبّاس علیٰ ھامش الخازن ص۲۲۷ ج۲ مکتبہ عامرہ

(۳) تفسیر الخازن ص۲۲۷ ج۲، عامرہ۔ تفسیر البیضاوی ص۸۷ ج۲۔ تفسیر أبی السعود ص٩٤ سورة المائدہ، فاروقیة۔

(٤) حاشیة سعدی چلپی علی العنایة ص٤٣ ج٦ باب البیع الفاسد۔

ولا فرق فی حقّ المسلم بین الّتی ماتت حتف أنفِها، أو بخنقٍ ونحوه إھ (۱)

ردالمحتار میں ہے :

(قوله: ونحوه) کالجرح و الضرب من أسباب الموت سوی الذّکاة الشّرعیّةِ☆ إھ (۲)

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو جانور اپنی موت آپ مرا، یا ذبحِ شرعی کے سوا کسی اور سبب سے مرا مثلاً گلا دبانے سے، مارنے سے، یا زخم لگانے سے۔ یہ سب ہمارے نزدیک مَیتہ و مُردار ہیں گو لغوی طور پر انھیں میتہ نہ کہیں۔

جب مشین سے کٹا ہوا جانور ہمارے نزدیک مَیتہ ہے تو اس حیثیت سے بھی وہ حرام ہوا کہ میتہ کو قرآن مقدس نے حرام قرار دیا ہے۔

ثالثاً : بٹن دبانے والا اگر مسلمان نہ ہو بلکہ عیسائی ہو تو ذبیحہ اس وجہ سے بھی

---

(۱) الدّر المختار علی ھامش ردالمحتار ص۱۰۱ ج٤۔ باب البیع الفاسد، نعمانیة۔

(۲) ردالمحتار ص ۱۰۳ ج ٤، باب البیع الفاسد، نعمانیة۔

☆ اس عبارت کا عموم یہ چاہتا ہے کہ جس جانور کا ذبح شرعی نہ ہوا، گو ذبحِ حقیقی ہو گیا ہو وہ بھی میتہ ہے کفایہ کا درج ذیل جزئیہ بھی اسی کا شاہد ہے :

ألا تری أنّ المجوسی لو ذَبح و باعَ فیما بینهم یجوز و إن کا ھٰذا میتة اھ (الکفایة شرح الهدایة ص۴۳ ج٦) غمزالعیون کی یہ صراحت بھی اسی کا ثبوت بہم پہونچاتی ہے :

(قوله: ذَبح لِقدوم الأمیرِ الخ) إن کان لمجرّد التعظیم فحرام، و المذبوح مَیتةٌ اھ (غمز العیون و البصائر شرح الأشباہ و النظائر ص۴۵۰۔ الفن الثانی، کتاب الصید و الذبائح، نول کشور) مگر یہ مَیتہ صرف حق حرمت میں ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا ۱۲ ان۔ رضوی

حرام ہوگا کہ آج کے بہت سے عیسائی اہل کتاب نہیں، بلکہ دہریہ ہیں اور دَہریہ کا ذبیحہ بالاجماع حرام ہے، یونہی جس کے بارے میں شبہہ ہو کہ یہ دہریہ یا کتابی ہے اس کا ذبیحہ بھی حرام ہے جیساکہ فقہ حنفی و شافعی سے اس کا ثبوت عنقریب گزرا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر مشینی ذبیحہ کسی طور پر درست ہوتا تو بھی ذابح کے مشتبہہ الحال ہونے کے باعث وہ حرام و مردار ہوتا۔

مشینی ذبیحہ کی جائز صورت مشینی ذبیحہ کی ایک دوسری صورت یہ ہے کہ جانور کو بجلی کا جھٹکا دے کر بے ہوش کر دیا جاتا ہے پھر اسے کوئی آدمی بِسْمِ اللہ پڑھ کر ذبح کرتا ہے، اس کے بعد کھال اتارنے اور غلاظت نکالنے، وغیرہ کا کام مشین کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔اس طریق کار میں ذبح مشین کے ذریعہ نہیں کیا جاتا، بلکہ آدمی اپنے ہاتھوں سے ذبح کرتا ہے اس لئے یہ حقیقت میں مشینی ذبیحہ نہیں، چونکہ ذبح کے سوابقیہ کام مشین کے ذریعہ ہی انجام پاتے ہیں اس لئے عوام اسے بھی مشینی ذبیحہ کہتے یا سمجھتے ہیں حالانکہ واقعۃً یہ آدمی کا ذبیحہ ہے۔

اب یہ ذبیحہ حلال ہے، یا حرام۔؟

اس میں تفصیل ہے اگر ذابح عیسائی ہے تو حرام ہے کہ وہ یا تو دہریہ ہے یا کم از کم اس کا کتابی ہونا مشکوک ہے جیساکہ گزرا۔ اور اگر ذابح مسلمان ہے تو حلال ہے کہ یہاں ذبح کے تمام شرائط موجود ہیں، ارشاد باری ہے:

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ، کھاؤاس جانور میں سے جس پر اللہ کا

اِن کُنتُمْ بِاٰیٰتِهٖ مُؤمِنِیْنَ۔(۶/۱۱۹) والله سبحانهٗ و تعالیٰ اعلم	نام لیا گیا، اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو۔

(۲) سر کا دھڑ سے جدا ہو جانا وجہ حرمت نہیں کیونکہ اس کے باعث ذبحِ شرعی میں کوئی خلل نہیں واقع ہوتا، ہاں یہ بلاوجہ جانور کی ایذا رسانی ہے اس لئے مکروہ ہے۔

ہدایہ اور اس کی شرح ہدایہ میں ہے:

قال : ومَن بلَغ بالسّكّين النّخاع، أو قطع الرّاسَ كره لَه، ذٰلك، وتُوكلُ ذبيحتُه۔	اس طرح ذبح کرنا کہ چاقو حرام مغز تک پہونچ جائے، یا سر کٹ جائے مکروہ ہے مگر ذبیحہ کھایا جائے گا۔
أمّاالكراهةُ : فَلِمَارُوِیَ عن النّبیّ علیه السلام : أنّه نهیٰ أنْ تنخع الشّاة إذا ذُبِحت۔ وتفسيرُه مَاذكرناه۔	کراہت اس وجہ سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ذبح میں حرام مغز تک چاقو پہونچانے سے مُمانعت فرمائی۔ (تو کراہت فعل میں ہے، ذبیحہ میں نہیں)
وهٰذا لِأنّ فی ذٰلك وفی قطع الرأس زيادةَ تعذيبِ الحَيَوَان بلا فائدةٍ، وهو مَنهیٌّ عنهُ۔ إھ ملخّصا(۱)	کیونکہ حرام مغز تک کاٹنا، یونہی پورا سر اتار دینا جانور کو بلا فائدہ مزید ایک تکلیف دینا ہے جس سے حدیث پاک میں مُمانعت فرمائی گئی ہے۔

نیز ارشاد رسالت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ اِلاِحْسَانَ عَلیٰ	اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو خوبی سے انجام

---

(۱) ألهدایه ص۴۳۸، ۴۳۹، ج۴، کتاب الذبائح، رشیدیه۔

كُلِّ شَيءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وإِذَا ذَبَحتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبحَةَ، ولْيحدَّ أحدُكم شفرتَه' وليرح ذَبيحتَه' (١)

دینا لکھ دیا ہے لہٰذا قتل کرو تو اس میں بھی خوبی کا لحاظ رکھو اور ذبح کرو تو ذبح میں بھی خوبی اختیار کرو، اپنا چاقو تیز کر لو، اور ذبیحہ کو راحت پہونچاؤ۔

ذبح میں خوبی یہ ہے کہ تیز چاقو سے حلق کی تمام مطلوبہ رگوں کو کاٹ دیا جائے، وبس۔ اس سے تجاوز کرنا خوبی کے خلاف ہوگا جو جانور کے ساتھ زیادتی ہے۔

چاقو کو پہلے سے تیز کر لینے کا حکم اسی لئے ہے کہ جانور کو ضرورت سے زیادہ ایذا نہ ہو، اور مطلوبہ رگوں سے زیادہ کاٹنے میں بلا ضرورت جانور کی ایذا رسانی ہے لہذا مکروہ ہے۔

یہ کراہت چونکہ امر زائد (فعل) میں ہے جو ذبح کے سوا ہے اور اس کی وجہ سے ذبح کے تحقق میں کوئی نقص نہیں پایا جاتا، اس لئے ڈھر سے سر جدا ہونے کے باعث ذبیحہ میں کوئی حرمت یا کراہت نہ پیدا ہوگی۔

اب اس کا صریح جزئیہ ملاحظہ کیجئے:

ہدایہ کتاب الصید میں ہے:

وَلَوضَرَب عنق شاةٍ فَأَ بانَ رأسَها يحِلُّ لِقَطعِ الأوداجِ، ويُكرهُ هٰذا الصنيع لِإِ بلاغِهِ

اگر بکری کے گلے پر تلوار چلائی اور سر کو دھڑ سے الگ کر دیا تو بھی وہ بکری حلال ہے کہ تمام رگیں کٹ گئیں،

---

(١) مسلم، باب الأمر بإحسان الذبح ص١٥٢، ج٢۔ أبوداؤد، فی الذبائح ص٣٣ ج٢۔ نسائی فی الذبائح ص٢٠٦ ج٢۔ ترمذی=
=فی القصاص ص١٨١ ج١۔ ابن ماجة فی الذبائح ص٢٣٦ ج٢۔

النخاع۔ إھ (١)

ہاں یہ فعل مکروہ ہے کہ تلوار حرام مغز تک پہونچادی گئی۔

حنبلی مذہب کی معتمد کتاب اَلمُغنی میں ہے:

ولوضرب عنقها بالسيف فأطار رأسها حلّت۔ بذلك نصّ عليه أحمد، فقال: لوأنّ رجلًاضرب رأس بطة، أوشاة بالسَّيفِ يريد بذلك الذبيحة كان له' أن يّاكله' اه (٢)

بکری کی گردن پر تلوار مار کر سر کو جدا کر دیا تو بھی وہ حلال ہے، امام احمد نے اس کی صراحت کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ذبح کے قصد سے بط یا بکری کا سر الگ کر دیا تو اسے اس کا کھانا جائز ہے۔

نیز اسی میں ہے:

قال البخارى: قال ابن عمر و ابن عباس: إذاقطع الرأسَ فلا بأس به، وبه قال عطاءٌ والحسن والنخعى والشعبى و الزهرى و الشافعى و اسحاق وأبوثور، وأصحابُ الرائ۔ وذلك لأنّ قطع ذلك العضو بعد حصول الذكاة فأشبَهَ

امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر و حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ذبح میں سر کاٹ کر جدا کر دیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، یہی قول عطاء، حسن، نخعی، شعبی، زہری، شافعی، اسحاق، ابو ثور، اور اصحاب الرائے علیہم الرحمۃ والرضوان کا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سر ذبح کے تحقق کے بعد کٹ کر جدا ہوا ہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے ذبح سے جانور مر گیا پھر

---

(١) ألهدايه، كتاب الصيد، فصلٌ فى الرّمى ص٤٩٧ ج٤، رشيديه۔

(٢) ألمغنى لابن قُدامةالحنبلى ص٥٧٨ ج٨، كتاب الصيد و الذبائح۔

مالو قطعه' بعد الموت إھ (۱) اس کا سر جدا کیا گیا۔

یہیں سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ جانور کو ذبح سے پہلے بجلی کا جھٹکا دینا، الکٹرک پستول سے اس کے سر پر چوٹ پہونچانا بھی مکروہ ہے کہ یہ جانور کو بلا فائدہ ایذا دینا ہے۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ جانور کو بے ہوش کر دینے سے اسے ذبح کی تکلیف کا احساس نہ ہو گا مگر بے ہوش کرنے کا یہ عمل بہت سے جانوروں کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیتا ہے جس کے باعث وہ حرام ہو جاتے ہیں اس لئے بے ہوشی کا یہ فائدہ کالعدم ہو گا اور موت کے احتمال نیز ایذا رسانی کی وجہ سے یہ عمل مکروہ قرار پائے گا واللہ سبحانہ' وتعالیٰ اعلم

(۳) مشینی ذبیحہ جیسا کہ تفصیل سے بیان کیا گیا شرعی ذبیحہ نہیں اور اس کا گوشت مسلمان کے لئے بالاجماع حرام ہے، اس لئے مسلمان کے ہاتھ اس کی بیع بھی بالاجماع حرام و ناجائز ہے، امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

وأمّاالميتة والخمر والخنزير فأجمع المسلمون علىٰ تحريم بيع كل واحدمنها۔قال القاضى:تضمن هٰذِهِ الأحاديث أنّ مالايحلّ أكله' و الإنتفاع به لايجوزبيعهُ'،ولايحلّ أكل ثمنه۔۔ (۲)	مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مُردار اور شراب اور خنزیر کی بیع حرام ہے۔ امام قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ احادیث اس امر کو شامل ہیں کہ جس جانور کا کھانا اور اس سے فائدہ اٹھانا حلال نہیں اس کی بیع بھی جائز نہیں، یونہی اس کا دام کھانا بھی جائز نہیں۔

(۱) المغنى لابن قُدامة الحنبلى ص ۵۸۰ ج۸، كتاب الصيد والذبائح۔

(۲) شرح صحيح مسلم للامام النووى ص ۲۳ ج ۲، باب تحريم بيع الخمر والميتة۔

اس باب میں مذہب حنفی کی صراحت یہ ہے :

ولا یجوز بیعُ ذبیحة المجوسی و المُرتد، وغیر الکتابی۔ وکذلك لا یجوز بیع ماترکتِ التسمیة علیه عمدًا۔ کذافی الذخیرة۔ وفی التجرید: وکذلك ذبیحة الصّبیّ الذی لا یعقل والمجنون۔ کذا فی التتارخانیة اه

مجوسی اور مرتد اور غیر کتابی کے ذبیحہ کی بیع جائز نہیں، یونہی جس جانور کے ذبح پر قصداً بسم اللہ چھوڑ دیا گیا اس کی بیع بھی جائز نہیں ایسا ہی ذخیرہ میں ہے۔ اور تجرید میں ہے کہ یونہی ناسمجھ بچے اور پاگل کے ذبیحہ کی بیع بھی ناجائز ہے۔ ایسا ہی فتاوی تتارخانیہ میں ہے۔

(الفتاوی الھندیہ ص ١١٥ ج ٣۔ الفصل الخامس فی بیع المحرم الصید وفی بیع المحرمات۔ داراحیاء التراث العربی)

اور اگر یہ گوشت غیر مسلم کے ہاتھ بیچا جائے تو بیع صحیح ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ امریکہ فقہ اسلامی کے نظریئے کے مطابق غیر دارالاسلام ہے اور وہاں کے غیر مسلم ذمی و مُستامن نہیں اور ایسے بلاد میں ایسے غیر مسلموں کے ہاتھ مَیتہ کی بھی بیع جائز و درست ہے، چنانچہ ردالمحتار میں ہے :

فی السیر الکبیر و شرحہٖ قال: إذا دَخلَ المسلمُ دارَالحرب بأمانٍ فلا باس بأن یّاخذ منهم أموالَهم بطیبِ أنفُسهم بأی وجهٍ کَانَ۔۔۔ حَتیٰ لو باعهم

سیر کبیر اور اس کی شرح میں ہے کہ مسلمان دارالحرب میں ویزا لے کر گیا تو اسے اس بات میں کوئی مضایقہ نہیں کہ ان کی مرضی سے ان کا مال جس طرح بھی چاہے لے لے۔۔ یہاںتک کہ اگر ان کے ہاتھ ایک درہم

درهمًا بدرهمين، أو باعهم ميتةً بِدَرَاهِمَ فذٰلِك كلُّه طَيِّبٌ له۔ اه ملخّصا۔ (۱)

دو درہم کے بدلے میں، یا مُردار کو چند دراہم کے بدلے میں بیچا تو سب اس کے لئے پاک وطیب ہے۔

خلاصہ یہ کہ غیر مسلموں کے ہاتھ مشینی ذبائح کی بیع جائز و درست ہے اور مسلمانوں کے ہاتھ ناجائز، حرام وگناہ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۴) یہاں سب سے پہلے اس امر کی تنقیح ضروری ہے کہ مشینی ذبیحہ کی چربی اور اس کی ہڈی کا مغز (گوده) پاک ہے، یا نہیں۔۔ اور پاک ہونے کی صورت میں حلال بھی ہے، یا نہیں؟؟

مشینی ذبیحہ کی چربی مشین کے ذریعہ ذبح کا وجود تو ہو جاتا ہے مگر جیسا کہ بیان ہوا یہ ذبح شرعی نہیں، حِسّی ہے تو ایسے ذبح سے جانور کی چربی اور گوشت پوست کی پاکی کا مسئلہ مُختَلَف فِیہ ہے۔

اکثر فقہا کا موقف یہ ہے کہ ایسے ذبح کے ذریعہ چربی اور گوشت پوست پاک نہ ہوں گے۔ یہ حضرات طہارت کے لئے "ذبح شرعی" کو لازم قرار دیتے ہیں۔

ان کے بر عکس بہت سے فقہا یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ ذبح شرعی ہو، یا غیر شرعی، بہر حال طہارت کے لئے کافی ہے۔ یہی موقف صاحبِ خانیہ، صاحبِ ہدایہ، صاحبِ فیض، صاحبِ تحفہ وبدائع وغیرہم کا ہے اور اسی کو فقیہ اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے اختیار کیا ہے۔ اس کی علت صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ

(۱) ردّالمحتار، باب الربٰو، ص ۴۲۳، ج ۷، دار الباز۔

نے یہ بیان فرمائی :

الذّ كاة مؤثّرةٌ فى إزالة الرّطوبات والدّماء السيّالة۔ وهى النّجسة، دون ذات الجلد واللّحم، فإذازالت طهرت كما فى الدّباغ۔۔۔ وكما يطهر لحمه، يطهر شَحمُه۔ حتّى لو وقع فى الماء القليل لا يفسده إه ملخصًا۔ (١)

ذبح سے بدن کی رطوبتیں اور بہتے خون نکل جاتے ہیں اور جانور میں ناپاک چیز یہی خون اور رطوبت ہے۔ خود کھال اور گوشت کی ذات ناپاک نہیں لہذا جب ذبح سے یہ ناپاک چیزیں دور ہو گئیں تو کھال اور گوشت پاک ہو گئے جیسا کہ دباغت دینے سے یہ پاک ہو جاتے ہیں۔

اور جس طرح ذبح سے گوشت پاک ہو جاتا ہے یونہی چربی بھی پاک ہو جاتی ہے لہذا اگر ایسی چربی تھوڑے پانی میں گر جائے تو وہ پانی ناپاک نہ ہوگا۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے :

ومايطهر جلده بالدّباغ يطهر لحمُه بالذكاة۔ ذكره شمسُ الأئمة الحلوانئ ـ

جس جانور کی کھال پکانے سے پاک ہو جاتی ہے اس کا گوشت ذبح کرنے سے پاک ہو جائے گا یہ شمس الائمہ حلوائی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

وقيل: يجوز بشرطِ أن يكون الذكاة من أهلها فى محلّها، وقد سمّى۔ إهـ (٢)

اور کہا گیا کہ گوشت پوست پاک ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ ذبح حلق میں ہو اور مسلمان، یا کتابی بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے۔

---

(١) الهدايه ص٤٤٢،٤٤١، ج٤، كتاب الذّبائح۔

(٢)فتاوى قاضى خان ص١٠ ج١، كتاب الطهارة، فصلٌ فى النحاسة، نول كشور

فقیہ النفس امام قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ جو قول ان کے نزدیک راجح ہوتا ہے اسی کو پہلے بیان کرتے ہیں اس لئے قولِ طہارت راجح ہے اور دوسرا قول مرجوح۔

نیز انھوں نے دوسرے قول کو "قِیلَ" کے لفظ سے بیان کیا ہے جو ضعف پر دلالت کرتا ہے تو اس حیثیت سے بھی یہ قول ضعیف ہوا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے ایک فتوے میں رقمطراز ہیں :

"اگر ہم یہ بھی فرض کرلیں کہ ذابح نے مَعاذ اللہ غیرُ اللہ کی عبادت کی نیت سے جانور کو مار ڈالا اور وہ مرتد ہو گیا تو بھی اس سے صرف یہ لازم آتا ہے کہ ذبیحہ حرام ہے، نہ یہ کہ کھالِ ناپاک ہے۔ کیونکہ امام قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ کا مذہبِ ارجح یہ ہے کہ ذبح ہر حال میں کھال کو پاک کر دیتا ہے گو کہ ذابح مرتد یا مجوسی ہو" (۱)

اس کے بعد فتاویٰ قاضیخاں کی درج بالا عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں :

"گوشت کی پاکی کا یہ مسئلہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کھال بدرجۂ اولیٰ پاک ہو جائے گی" (۲)

پھر ارقام فرماتے ہیں :

"درمختار میں جو یہ فرمایا کہ :

[اظہر یہ ہے کہ کھال کے پاک ہونے کے لئے ذبح شرعی ضروری ہے]

یہ اس کے حلال ہونے کے حق میں ہے، اور پاک ہونا حلال ہونے پر موقوف نہیں۔ کیونکہ جیساکہ ہدایہ میں ہے :

---

(۱) فتاویٰ رضویہ ص۵۵۸ ج۱، باب المیاہ، فصلٌ فی البئر۔ (فارسی سے ترجمہ)

۲) فتاوی رضویہ ص۵۵۹ ج۱ باب المیاہ، فصلٌ فی البئر۔ (عربی سے ترجمہ)

[ذبح ناپاک رطوبتوں کے دور کرنے میں دباغت کا کام کرتا ہے]
بلکہ ذبح تو گوشت پوست میں نجاست کے لگنے کو ہی روک دیتا ہے جبکہ دباغت (کھال کو پکانا) نجاست کے لگ جانے کے بعد اس کا ازالہ کرتی ہے تو ذبح بدرجۂ اولیٰ مُطَہِّر ہوگا۔ جیسا کہ عنایہ میں ہے۔

اور یہ حکمِ طہارت بلاشبہہ ہر ذبح کو عام ہے تو جیسے کوئی مجوسی کھال کو پکائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے، یونہی اگر کوئی مجوسی ذبح کردے تو بھی کھال پاک ہو جائے گی۔

لہٰذا اظہر وہ ہے جسے امام قاضیخاں نے اختیار فرمایا، اسے تم ذہن نشین کرلو۔"(۱)

پھر اس باب میں فقہا کے اقوال کا وزن بیان کرتے ہوئے آپ نے راہِ عمل بھی متعین فرمادی ہے، رقمطراز ہیں:

وبالجملة هماقولا مُصحّحان۔ وهٰذا أوفق، وذاك أرفقُ۔ فاختر لِنفسك، والإحتياط أولىٰ۔ اِھ (۲)

حاصل کلام یہ کہ دونوں ہی قول صحیح ہیں۔ ایک قیاس کے موافق زیادہ ہے اور دوسرا لوگوں کے لئے آسان زیادہ ہے۔ لہٰذا تم جس قول کو چاہو اختیار کر لو، ویسے احتیاط بہتر ہے۔

اس تفصیل سے عیاں ہو گیا کہ فقیہ اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قُدِس سرُہٗ جو "اجتہاد فی المسائل" کے منصب پر فائز تھے امام فقیہ النفس قاضیخاں رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو ترجیح دیتے ہیں اس لئے یہ بے مایہ بھی انھیں کی پیروی میں تیسیراً یہی موقف اختیار کرتا ہے کہ ذبح کا تحقق

---

(۱) فتاوی رضویہ ص۵۵۹ ج۱ باب المیاہ، فصل فی البئر۔ (عربی سے ترجمہ)

(۲) فتاویٰ رضویہ ص۵۵۹ ج۱، باب المیاہ، فصلٌ فی البئر، رضا اکادمی، بومبائی۔

ہو جائے تو ذابح خواہ کوئی بھی ہو بہر حال جانور کا گوشت پاک ہو جائے گا، اور ٹھیک یہی حکم اس کی چربی کا بھی ہے جیسا کہ ہدایہ میں اس کی تصریح فرمائی گئی، نیز تنویر الابصار میں ہے :

وذبح مالا یؤکل یُطھِر لحمَہ' وشحمَہ' وجلدَہ'۔ اِھ۔ (۱)

جو جانور کھائے نہیں جاتے انھیں ذبح کر دیا جائے تو ان کا گوشت، پوست، اور ان کی چربی پاک ہو جائے گی۔

مگر گوشت اور چربی کے پاک ہونے سے اس کا حلال ہونا نہیں لازم آتا، کیونکہ حلال ہونے کے لئے ذبح شرعی ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے تو حاصل یہ ہوا کہ ناپاک خون اور رطوبتوں کے نکل جانے کی وجہ سے چربی تو پاک ہو گئی مگر ذابح (بجلی) کے ناعاقل اور غیر مسلم و غیر کتابی ہونے، نیز اس سے بِسم اللہ کا ذکر نہ پائے جانے کی وجہ سے وہ "مَیتَہ" کے حکم میں ہے اس لئے بالاجماع حرام ہے۔

☆ لہٰذا یہ چربی کھانے کی جن چیزوں میں ملائی جاتی ہے اُن سب چیزوں کا کھانا باتفاق حنفیہ حرام و گناہ ہے۔

☆ اور کھانے کے سوا جن چیزوں میں اس کی آمیزش ہوتی ہے جیسے صابن، شیمپو، دُھلائی پاؤڈر، وغیرہ ان کا استعمال مذہبِ راجح پر جائز و درست ہے البتہ احتیاط بہتر ہے۔ واللہ سبحانہ' و تعالیٰ اعلم

مَیتہ کی ہڈی کا مغز ہڈی کے مغز (گوُدے) کے بارے میں کوئی صراحت نظر سے نہیں گزری، مگر اس طرح کے اَجزا کے سلسلے میں

---

(۱) تنویر الأبصار مع ردالمحتار ص٤٤٦، ج۹، کتاب الذّبائح، دارالباز۔

فقہائے کرام نے جو حکم شرعی بیان فرمایا ہے اس کے پیش نظر ہڈی کا مغز بالاتفاق پاک ہونا چاہیئے گو ذبحِ شرعی کے فقدان کی وجہ سے وہ حرام ہو کہ "پاک" ہونے کو "حلال" ہونا لازم نہیں۔

اس باب میں قاعدۂ کلیّہ یہ ہے کہ:

جانور کے جن اَجزا میں حیات پائی جاتی ہے ان پر موت بھی طاری ہوتی ہے، ساتھ ہی وہ موت کی وجہ سے ناپاک بھی ہوتے ہیں اور جن اَجزا میں حیات نہیں پائی جاتی ان پر موت بھی نہیں طاری ہوتی، اس لئے وہ ناپاک نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے مطلقاً جانوروں کے دودھ، ہڈی، چونچ، کھر، وغیرہ کو پاک قرار دیا ہے چنانچہ درمختار میں ہے:

وشَعرُالمَيتةِ غَيرَالخنزير و عظمُها، و عَصبُها، وحافِرُها وقرنُها الخاليّةُ عن الدّسومَةِ، وكذاكلُّ مالا يحلُّه' الحياةُ حتّى الإنفحةِ واللّبنِ على الرّاجح طاهِرٌ۔ إه ملخصًا (۱)

خنزیر کے سوا دوسرے مُردہ جانوروں کے بال، ہڈی، پٹھا، کھر، سینگ جبکہ ان میں چکنائی نہ لگی ہو پاک ہیں۔ یونہی مُردار کا ہر وہ جز جس میں حیات نہیں پائی جاتی، یہانتک کہ مذہبِ راجح پر اِنْفَحہ اور دودھ بھی پاک ہیں۔

اِنْفَحہ کیا چیز ہے؟ اس کی تشریح قاموس وغیرہ میں یہ کی گئی:

ألإنفَحَةُ بكسرالهمزة، والمُنفحةُ: شيءٌ واحدٌ، يستخرج مِن بطن الجدى

اِنْفَحہ، یامُنْفَحہ یہ زرد رنگ کی ایک چیز ہے جو بکری کے شیر خوار بچے کے پیٹ سے نکلتی ہے، اسے کسی اونی

---

(۱) اَلدّر المختار ص ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۲، ج ۱، باب المیاہ۔ دارالباز

الراضع أصفر فيعصر فی صوفة فيغلظ بهِ الجَبنُ قاموس۔اھ(١)

کپڑے میں رکھ کر نچوڑتے ہیں تو پنیر گاڑھی ہو جاتی ہے۔(قاموس)

ألمرادُ بالإنفحة اللّبنُ الّذی فی الجلدة وهو الموافق لِمَامرّ عن القاموس (٢)

اِنفَحه سے مراد وہ دودھ ہے جو بچے کی کھال میں ہوتا ہے۔ یہ اُس مفہوم کے موافق ہے جو ابھی قاموس سے گزرا۔

ملتقی و شرح ملتقیٰ میں میتہ کے دودھ اور اِنفَحه کو مذبوح کے دودھ اور اِنفَحه کی طرح پاک قرار دیا ہے، چنانچہ ردّالمحتار میں ہے :

وعبارتُه‌ (الملتقی) مع الشرح: وَ اِنفحةُ المَيتةِ و لو مائعةً، و لبنها طاهرٌ كالمُذ كّاةِ۔ خلافًا لهما، لِتنجّسهما بنجاسةِ المحل۔

ملتقی و شرحِ ملتقیٰ میں ہے کہ مُردار کا اِنفَحه گو کہ سیّال ہو، اور اس کا دودھ پاک ہے جیسے مذبوح جانور کا دودھ اور اِنفحه پاک ہے۔ اس کے برخلاف صاحبین اسے ناپاک قرار دیتے ہیں کیونکہ محل یعنی کھال ناپاک ہے۔

قلنا: نجاستُه‌ لا تُؤثِّرُ فی حال الحيٰوة، إذاللّبنُ الخَارِجُ مِن بين فرثٍ و دم طاهرٌ، فكذابعد الموتِ اه۔ (٣)

ہم کہتے ہیں کہ محل کی ناپاکی زندگی میں اثرانداز نہ تھی کیونکہ دودھ "خون اور گوبر" کے بیچ سے نکلتا ہے پھر بھی پاک ہوتا ہے تو یونہی موت کے بعد بھی محل کی ناپاکی اثرانداز نہ ہوگی۔

دودھ اور اِنفحه کے بارے میں صاحبین کا خلاف محل کی ناپاکی کی وجہ

(١،٢) ردّالمحتار ص ٣٦٠ ج١، باب المياه، دارالباز۔

(٣) ردّالمحتار ص ٣٦٠ ج١، باب المياه، دارالباز۔

سے ہے، موت کی وجہ سے نہیں۔ اگر محل پاک ہوتا تو وہ حضرات بھی مَیتہ کے دودھ اور اِنفحہ کو پاک تسلیم کرتے جیسا کہ یہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور یہی راجح ہے۔

ان عبارات کا ماحصل یہی ہے کہ جانوروں کے جن اجزا میں حیات نہیں پائی جاتی ان پر موت نہیں طاری ہوتی، اور وہ جانور موت کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوتے۔

اس تفصیل کی روشنی میں ہڈی کے مغز کو سمجھنا چاہیئے۔ ہڈی ہو، یا ہڈی کا مغز اس میں حیات نہیں پائی جاتی، کیونکہ فقہا کی تصریح کے مطابق یہاں حیات کا مطلب صرف یہ ہے کہ جس کو کاٹنے یا توڑنے، یا نکالنے سے تکلیف کا احساس ہو۔ اور اگر یہ احساس نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں حیات نہیں ہے چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

مَالا تَحُلّه' الحیاة: ھومالم یتألَّمِ الحَیَوَانُ بقطعِهٖ کالرِّیشِ والمِنقارِ، والظِّلف۔ إھ(۱)

جن اَجزا میں حیات نہیں پائی جاتی یہ وہ ہیں جن کو کاٹنے سے جانور کو تکلیف نہ ہو جیسے پَر، چونچ، کُھر۔

یہی حال ہڈیوں کے مغز کا ہے میں نے تشریح العظام کے ایک ماہر ڈاکٹر سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ:

"ہڈیوں کے مغز میں درد کا احساس نہیں ہوتا، کیونکہ درد کا احساس رگِ حس (نروسینس۔ Nerve Sense) کے ذریعہ ہوتا ہے اور مغز میں رگِ حس نہیں پائی جاتی۔ تشریح عظام کی مستند انگریزی کتابوں میں اس کی صراحت ہے"

---

(۱) ردّالمحتار ص ۳۶۰ ج۱، باب المیاہ کتاب الطھارۃ، دارالباز۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہڈیوں کے مغز میں حیات نہیں پائی جاتی، اس لئے نہ اس پر موت طاری ہوئی، نہ وہ ناپاک ہوا۔ حتیٰ کہ وہ حضرات صاحبین رَحِمَہُمَا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پاک ہے کیونکہ اس کا محل پاک ہے۔

یہی حکم دماغ کے مغز کا بھی ہے کہ اس میں بھی حیات نہیں پائی جاتی، جیسا کہ مجھے متعدد ڈاکٹروں نے بتایا اور تشریح اعضا کی ایک کتاب میں اس کی صراحت بھی دیکھائی۔

یہ گفتگو اس تقدیر پر تھی کہ جانور بغیر خون بہائے، اور ذبح ہوئے کسی طرح مر گیا ہو اور اگر ذبح کے ذریعہ جانور کا خون بہا دیا گیا ہو گو وہ ذبح غیر شرعی سہی، تب تو اس طرح کے اعضا بدرجۂ اولیٰ پاک ہوں گے۔ لہذا مشینی ذبائح کی ہڈی اور ان کے دماغ کا مغز بالاتفاق پاک ہے اور بدرجۂ اولیٰ پاک ہے۔

لیکن ان سب کے باوجود یہ حلال نہیں ہے، بلکہ حرام ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو چیز پاک ہو وہ حلال بھی ہو جیسے عورت کا دودھ پاک ہے مگر مدت رضاعت کے بعد اس کے بچے کے حق میں بھی وہ حرام ہے یہی حال مشینی ذبائح کے مغز کا بھی ہے وجہ یہ ہے کہ یہ مغز مُردار جانور کا ہے، جب جانور حرام، تو اس کا جز بھی حرام۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"ہڈیاں ہر جانور کی، یہاں تک کہ غیر ماکول و نامذبوح کی بھی مطلقاً پاک ہیں جب تک ان پر ناپاک دسومت (چکنائی) نہ ہو، سوا خنزیر کے کہ نجس العین

ہے۔۔ مگر حلال و جائزالاکل صرف جانور ماکول اللحم☆، مُذکّیٰ یعنی مذبوح بذبحِ شرعی کی ہڈیاں ہیں۔ حرام جانور، اور ایسے ہی جو (حلال جانور) بے ذکاۃِ شرعی مر جائے، یا کاٹا جائے بِجمیعِ اَجزائِہٖ (اپنے تمام اجزاء کے ساتھ) حرام ہے اگرچہ طاہر ہو کہ طہارت مستلزمِ حلّت نہیں۔ جیسے سنکھیا بقدرِ مضرّت اور انسان کا دودھ بعدِ عمرِ رضاعت، اور مچھلی کے سوا جانورانِ دریائی کا گوشت، وَغیرَ ذٰلِكَ کہ سب پاک ہیں اور باوجود پاکی حرام۔

فی الحاشية الشامية: إذاكان جلدُ حَيَوَانٍ مَيّتٍ، ماكول اللحم لا يجوز أكلُه، وهوالصَّحيح، لِقولِهٖ تعالیٰ: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ المَيْتَةُ"۔ و هٰذاجزءٌ مِنها۔ وقال عَلَيْهِ الصّلاة والسّلام: "إنّما يحرم مِن الميتة أكلُهَا"

(درمختار کے حاشیہ شامی میں ہے کہ جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے وہ اگر مر جائے تو اسکی کھال کھانا جائز نہیں، یہی صحیح ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "تمھارے اوپر مُردار حرام کیا گیا" اور یہ کھال اسی مردار کا جز ہے۔

نیز ارشادِ رسالت ہے "مردار کو محض کھانا حرام ہے"۔

أمّا إذاكان جلدُ مالا يُؤ كلُ فإنّه، لايجوز أكلُه، إجماعًا۔ بحر، عن السّراج۔ اه ملخّصا

اور اگر کھال ایسے مردہ جانور کی ہو جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا تب تو اسے کھانا بالاجماع حرام ہے۔(بحر الرائق بحوالہ سراج وہاج)۔

وفيها تحتَ قوله: "والمِسكُ طاهرٌ حلالٌ " زادَ قولَه،: "حلالٌ" لِأنّه، لا يَلزم مِن

درمختار میں ہے کہ "مُشک پاک و حلال ہے" اس کے تحت شامی میں فرمایا کہ "پاک" بتانے کے بعد لفظ "حلال"

☆ مَاكولُ اللحم: وہ جانور جس کا گوشت کھانا حلال ھے۔ ۱۲ن،ر

بطَهارة الحِلُّ كما فی التُّراب۔ منح۔ إھ
وفی الغنية شرح المنية عن القنية: حیوان البحر طاھرٌ وإن لم یؤکل، حتّی خنزیر البحر و لو کان میتةً إھ۔"(۱)

کا اضافہ اس لئے کیا کہ پاک ہونے سے حلال ہونا لازم نہیں آتا، جیسے مٹی پاک ہے مگر حلال نہیں (منح) اور غُنیہ شرح منیہ میں قنیہ کے حوالہ سے ہے کہ دریائی جانور پاک ہیں اگرچہ وہ کھائے نہ جاتے ہوں، بلکہ اگر وہ مُردار ہوں تو بھی پاک ہیں یہاںتک کہ دریائی خنزیر بھی پاک ہے۔ن)

اس تفصیل کی روشنی میں اب یہ بات واضح ہو کر سامنے آگئی کہ جو حکم مشینی ذبائح کی چربی کا ہے ٹھیک وہی حکم ان کی ہڈیوں کے مغز اور بھیجے کا بھی ہے۔ یعنی اس طرح کے مغز کی آمیزش سے جو چیزیں تیار کی جاتی ہیں ان کا خارجی استعمال جائز ہے کہ وہ پاک ہیں مگر ان کو کھانا جائز نہیں کہ مُردار کا جز ہونے کے باعث حرام ہیں۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ۔

ساتھ ہی یہ بھی عیاں ہو گیا کہ مشینی ذبائح کی چربی اور ان کی ہڈیوں کے مغز میں فرق صرف اس بات کا ہے کہ چربی کی طہارت میں اختلاف ہے، اور مغز کی طہارت میں اتفاق، ورنہ کھانا دونوں کا ہی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) نصاری کی مصنوعات کے جن پیکٹوں پر صرف لفظ "چربی" لکھا ہوتا ہے اور تحقیق سے یہ معلوم نہیں کہ یہ چربی مذبوح کی ہے، یا غیر مذبوح کی۔ تو۔۔ :

---

(۱) فتاوی رضویہ ص۸۸، ۸۹ ج۲، مقدمۂ اولیٰ۔ باب الأنجاس۔رضا اکیڈمی۔

☆ان کا کھانا حرام ہے۔

☆اور ان کا خارجی استعمال جائز ہے، مگر احتراز بہتر ہے۔

"کھانا حرام" اس لئے ہے کہ چربی میں اصل حرمت ہے اور اس کے حلال ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ چربی ماکولُ اللحم کی ہو، اور اسے شرعی طور پر ذبح کیا گیا ہو۔ مگر یہاں کسی بھی شرط کا وجود تحقیق سے معلوم نہیں۔

ہو سکتا ہے وہ چربی ماکولُ اللحم کی ہو، ہو سکتا ہے اسے شرعی طور پر ذبح بھی کیا گیا ہو، مگر یہ صرف شبہہ ہے اور بابِ حُرمت میں صرف حِلّت کا شبہہ کافی نہیں بلکہ یقین ضروری ہے کیونکہ "حُرمت" اصل ہونے کی وجہ سے چربی کے حرام ہونے کا یقین ہے اور یقین شبہہ سے ختم نہیں ہوتا۔

تکملہ (ص ۱۳۳) میں اس کی تفصیل آرہی ہے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

لہذا نصاریٰ کی وہ مصنوعات جن میں چربی کی آمیزش یقینی طور پر معلوم ہو، یا وہ اس کی خبر دیں، (مثلاً پیکٹوں پر لکھیں) حرام ہیں، ان کا کھانا جائز نہیں۔

"خارجی استعمال" کے لئے شئ کا پاک ہونا ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ امریکی مصنوعات میں جو چربی ڈالی جاتی ہے وہ عموماً مشینی ذبائح کی ہوتی ہے کہ وہی آسانی کے ساتھ یکجا وافر مقدار میں دستیاب ہے اس لئے ظن غالب یہ ہے کہ وہ اپنی مصنوعات میں صرف مذبوح کی چربی ملاتے ہیں اور مذبوح کی چربی پاک ہے گو ذبحِ شرعی نہ پائے جانے کی وجہ

سے حرام ہو۔

ایسی مصنوعات کے ناپاک ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان میں ناپاک شئ کا خلط ملط تحقیق سے معلوم ہو بلفظ دیگر اس کا ظن غالب ہو مگر یہاں ناپاک شئ کا اختلاط تحقیق سے معلوم نہیں، صرف ایک شبہہ ہے کہ ہو سکتا ہے وہ غیر مذبوح کی ہو، اس کا ظن غالب نہیں ہے۔

اب اس کو فقیہ فقید المثال، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قُدس سرہ' کی تحقیق انیق کی روشنی میں سمجھئے، آپ رقمطراز ہیں:

"کسی شئ کی نوع و صنف میں بوجہِ ملاقاتِ نجس یا اِختلاطِ حرام۔۔ نجاست و حرمت کا تیقن اس کے ہر فرد سے منع واحتراز کا موجب اسی وقت ہو سکتا ہے جب معلوم و مُحَقّق ہو کہ یہ ملاقات واختلاط بر وجہِ عموم و شمول ہے مثلاً جس شی کی نسبت ثابت ہو کہ اس میں شراب یا شحمِ خنزیر پڑتی ہے اور بنانے والوں کو اس کا التزام ہے تو اس کا استعمال کلیۃً (پورے طور پر) ناجائز و حرام ہے۔"(۱)

کھلی ہوئی بات ہے کہ امریکی مصنوعات میں نجس کا اختلاط بر وجہِ عموم و شمول مُحَقّق و معلوم نہیں، اور نہ ہی بنانے والوں کو اس کا التزام کہ وہ غیر مذبوح اور خنزیر کی ہی چربی ملائیں اس لئے ان مصنوعات کے ہر ہر فرد کو ناپاک نہیں قرار دیا جا سکتا۔

ہاں حرام کا اختلاط یقینی طور پر معلوم ہے کہ جب وہ صراحت کر رہے ہیں کہ اس میں چربی ملی ہے اور چربی میں اصل حرمت ہے تو اسے حرام

---

(۱)فتاوی رضویہ، بابُ الانجاس، ص۱۰۳ ج۲، مقدمۂ ثامنہ۔ رضا اکیڈمی۔

قرار دیا جائے گا تاوقتیکہ حِلّت کے شرائط کامل طور پر نہ مُتحقَّق ہوں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اسی سلسلۂ بیان میں مزید ارقام فرماتے ہیں :

"اور اگر ایسا نہیں، بلکہ صرف اتنا محقق کہ ایسا بھی ہوتا ہے، نہ کہ خاص ناپاک و حرام میں کوئی خصوصیت ہے جس کے باعث قصداً اس کا التزام کرتے ہیں تو اس بنا پر ہرگز ہرگز حکمِ تحریم و تنجیس علی الاطلاق روا نہیں اور یہاں وہ احتمالات قطعاً مسموع ہوں گے کہ جب عموم نہیں تو جس فرد کا ہم استعمال چاہتے ہیں ممکن کہ اَفرادِ محفوظہ سے ہو۔ اور اصل مُتیقن طہارت و حلّت۔ تو شکوک و ظنون ناقابلِ عبرت۔

دیکھو! کیا ہم کو مطعوم و ملبوس و ظروفِ کفار کی نسبت یقین کامل نہیں کہ بے شبہہ ان میں ناپاک بھی ہیں، پھر اس یقین نے کیا کام دیا اور اُن اشیا کا استعمال مطلق حرام کیوں نہ ہوا۔؟

تو وجہ وہی ہے کہ ان کے طعام و لباس و ظروف پر عموم نجاست معلوم نہیں اور جب ان میں طاہر بھی ہیں، اگرچہ کم ہوں تو کیا معلوم کہ جس فرد کا استعمال ہم چاہتے ہیں اُن میں سے نہیں۔ فی الإحیاء: اُلغالبُ الّذی لا یستند إلی علامة تتعلّقُ بعین مافیه النظر مطرح اه۔

واضح تر سنئے : مجمع الفتاویٰ وغیرہ میں تصریح کی کہ ہمارے ملک میں جو کھالیں پکائی جاتی ہیں نہ اُن کے گلوں سے خون دھوئیں، نہ پکانے میں نجاستوں سے بچیں، پھر ویسے ہی ناپاک زمینوں پر ڈال دیتے ہیں اور بعد کو دھوتے بھی نہیں (دیکھو! نوع کی نسبت کس درجہ وضاحت و صراحت کے ساتھ وقوعِ نجاست بیان فرمایا) بااینہمہ حکم ناطق دیا کہ وہ بے دغدغہ پاک ہیں اُن کے خشک و تر سے موزے بناؤ، کتابوں کی جلدیں بناؤ، پانی پینے کو مشک، ڈول بناؤ کچھ مضائقہ

نہیں۔۔۔ بس ایسی صورت میں ائمہ نے یہی حکم عطا فرمایا کہ ہر فرد خاص کو ملاحظہ کریں گے اور نوع کی نسبت جو اجمالی یقین ہو اسے تمام افراد میں ساری نہ مانیں گے۔ مثلاً کفار، خصوصاً اہل حرب کو ہم یقیناً جانتے ہیں کہ انھیں پروائے نجاسات نہیں اور بیشک وہ جیسی چیز پاتے ہیں استعمال میں لاتے ہیں۔ پھر وہ پوستین کہ دارالحرب سے پک کر آئے علما فرماتے ہیں اسے دیکھا چاہئے کہ:

☆ اُس کا پکنا نجس چیز سے تحقیق ہو تو بے دھوئے نماز ناجائز۔

☆اور طاہر سے ثابت ہو تو قطعاً جائز۔

☆اور شک رہے تو دھونا افضل، نہ کہ استعمال گناہ و ممنوع ٹھہرے۔

فی الدُّرِّ المُختار: مَایَخرُجُ مِن دارالحرب کسنجاب إن عُلِم دبغُه' بطاهِر فطاهرٌ۔ أو بنجسِ فنجس۔ وإن شُكّ فغَسلُه' أفضل۔ إه ومثله' فی المنية وغيرها۔ اه" (۱)

(در مختار میں ہے کہ دارالحرب سے جو پوستین آتے ہیں اگر معلوم ہو کہ یہ پاک چیز سے پکائے گئے ہیں تو پاک ہیں۔ یا معلوم ہو کہ وہ ناپاک چیز سے پکائے گئے ہیں تو ناپاک ہیں اور اگر شک ہو تو انھیں دھو لینا افضل ہے۔ ایسا ہی مُنیہ و غیرہا میں بھی ہے۔)

اس تحقیق کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ امریکہ کی جن مصنوعات میں چربی ملائی جاتی ہے وہ پاک ہیں، لہذا ان کا خارجی استعمال جائز ہے مگر چونکہ ان میں ناپاک چربی کی آمیزش کا بھی شبہہ ہے اس لئے ان سے احتراز اولیٰ و بہتر ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی محققانہ کتاب "اَلاَحلیٰ

---

(۱) فتاوی رضویه ص۱۰۳، ۱۰٤ ج۲، مقدمۂ ثامنه، بابُ الأنجاس۔ رضا اکیڈمی

مِنَ السُّکر" کے "مقدمۂ سابعہ[۱]" میں ظن غالب کی تشریح کرتے ہوئے مخلوط اشیا کی پاکی، ناپاکی کے سلسلے میں جو بحث فرمائی ہے اس سے بھی یہی حکم عیاں ہو کر سامنے آتا ہے۔

ایک اشکال کا حل اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان صابن کے استعمال کے سلسلے میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں ؛

"مسلمانوں کا بنایا ہوا صابن جائز ہے۔ اور ہندو، یا مجوسی، یا نصرانی کا بنایا ہوا صابن جس میں چربی پڑتی ہو اگرچہ گائے یا بکری کی، ناپاک و حرام ہے، دیسی ہو یا ولایتی۔

اور جس میں چربی نہ ہو جائز ہے۔"(۲)

اس فتوے میں کھلے لفظوں میں صراحت ہے کہ نصرانی نے چربی ملا کر صابن بنایا تو اس کا استعمال ناجائز ہے، یہی حکم شیمپو اور دُھلائی پاؤڈر، وغیرہ کا بھی ہوگا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نصاریٰ کی چربی آمیز مصنوعات کا خارجی استعمال بھی ناجائز ہے۔

اس کا حل یہ ہے کہ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے یہ صراحت فرمائی ہے کہ نصاریٰ کے یہاں صدہا سال سے ذبح بطور ذبح نہیں پایا جاتا، یہی حال آپ کے زمانے کا بھی تھا، آپ نے خود بچشم سر اس کا مشاہدہ بھی فرمایا، چنانچہ رقمطراز ہیں :

"نصارائے زمانہ کا حال معلوم ہے کہ نہ وہ تکبیر کہیں، نہ ذبح کے طور پر

---

(۱) فتاوی رضویہ ص ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰ ج ۲۔

(۲) فتاوی رضویہ ص ۱۴۰ ج ۲ اخیر باب الأنجاس۔ رضا اکیڈمی۔

ذبح کریں۔ مرغ و پرند کا تو گلا گھونٹتے ہیں، اور بھیڑ، بکری کو اگرچہ ذبح کریں رگیں نہیں کاٹتے، فقیر نے بھی اسے مشاہدہ کیا ہے۔

ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ میں کپتان کی ملک سے سمور کا ایک مینڈھا جہاز میں دیکھا جسے وہ چالیس روپے کی خرید بتاتا تھا، مول لینا چاہا کہ گوشت درکار تھا نہ بیچا اور کہا جب ذبح ہوگا گوشت کا حصہ خرید لینا۔ ذبح کیا تو گلے میں ایک کروٹ کو چُھری داخل کر دی تھی، رگیں نہ کاٹیں۔ اس سے کہہ دیا گیا کہ اب "یہ سور ہے، ہمارے کسی کام کا نہیں" (۱)

گلا گھونٹنے سے تو خون بالکل نہیں نکلتا، اور گلے میں ایک طرف چاقو داخل کرنے سے موت تو واقع ہو جاتی ہے، کچھ خون بھی نکلتا ہے مگر زیادہ تر خون بدن میں رہ جاتا ہے اس لئے وہ جانور ناپاک ہو جاتا ہے، اور بشمول چربی اس کا ایک ایک جز ناپاک ہو جاتا ہے اس لئے جس صابن میں وہ چربی مخلوط ہوگی وہ بھی ناپاک ہوگا، اور اس کا استعمال ناجائز ہوگا۔

اس کو ذبح اضطراری پر نہیں قیاس کیا جا سکتا کہ وہ خلاف قیاس ہے یونہی ذبحِ شرعی کے بعد بدن میں بچے ہوئے خون پر بھی نہیں قیاس کیا جا سکتا کہ یہاں بندہ کے اختیار میں جو کچھ تھا اس نے کر دیا اس سے زیادہ کا وہ مکلّف نہیں۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔

غرضیکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے زمانے تک نصاریٰ جانوروں کو ذبح کے طور پر ذبح نہیں کرتے تھے اور ان کے ذبائح حرام ہونے کے ساتھ ناپاک بھی ہوتے تھے اس لئے آپ نے ان کے بنائے ہوئے چربی آمیز صابن کا استعمال ناجائز قرار دیا، مگر اس زمانے میں وہ مشینی ذبائح کا

---

(۱) فتاوی رضویہ ص ۳۳۱ ج۸، کتاب الذبائح، سنی دارالاشاعت۔

گوشت کھاتے ہیں، چربی بھی وافر مقدار میں یکجا انھیں ذبائح کی فراہم ہے تو یہ ذبائح گو حرام سہی، مگر پاک ضرور ہیں اس لئے اس زمانے میں ان کی مصنوعات کا خارجی استعمال جائز ہوگا۔

(٦) موجودہ صورت حال میں مشینی ذبیحہ کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں کہ ذابح کا عاقل ہونا، نیز مسلم یا کتابی ہونا بالاجماع، اور سوائے امام شافعی کے بقیہ ائمہ کے نزدیک وقت ذبح "بِسْمِ اللہ" پڑھنا بھی شرط لازم ہے اور مشین عاقل، مسلم، کتابی کچھ بھی نہیں، یونہی اس سے بِسْمِ اللہ پڑھنا بھی ممکن نہیں۔

بادی النظر میں یہاں ایک شکل یہ سامنے آتی ہے کہ آدمی بٹن دباکر بِسْمِ اللہ پڑھتے ہوئے چاقو چلانے میں شریک ہو جائے، یعنی چاقو کی پشت پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی قوت سے دبائے اور بجلی کی تحریک کو محض ایک معین و مددگار کی حیثیت دی جائے۔

مگر اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا کہ:

اولاً: اس کا دبانا عبث ہے، مشین کو اس کے دبانے کی قطعی احتیاج نہیں، یہ نہ دبائے تو بھی مشین اپنی ڈیوٹی اسی شان کے ساتھ انجام دے گی۔

ثانیاً: ذبح کے معاون پر بھی تسمیہ لازم ہے اور یہ کام بہر حال بجلی سے انجام نہیں پا سکتا۔

درمختار میں فتاوی قاضیخاں کے حوالہ سے ہے:

وَضَعَ يَدَه' مع يد القصّاب فی الذّبح، وأعانَه' علی الذّبح،	قصاب کے ہاتھ کے ساتھ کسی نے اپنا ہاتھ بھی ذبح کے لئے چاقو پر رکھا

سمّیٰ کُلٌّ وجوبًا، فلوترکھا أحدُھما، أوظنّ أنّ تسمیةَ أحدِھما تکفی، حرّمت اه (۱)

اور ذبح کرنے میں قصاب کی مدد کی، تو دونوں پر بِسْمِ اللہ پڑھنا واجب ہے، اور اگر کسی بھی ایک نے بِسم اللہ پڑھنا چھوڑ دیا، یا یہ گمان کیا کہ ایک کا بِسم اللہ پڑھنا کافی ہے تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔

ہاں ایک صورت **حلّت** کی یہ ہے کہ:

مشین ایسی ایجاد کی جائے جس کا چاقو بجلی کی قوت سے نہ چلے، بلکہ صرف آدمی کی قوت سے چلے، اور آدمی بِسمِ اللہ اللہ اکبر پڑھ کر چاقو چلائے تو اس سے سو، دو سو، یا کم و بیش جتنے جانور ایک ساتھ ذبح ہوں گے وہ حلال ہوں گے۔

اب اگر چاقو صرف ایک آدمی چلائے تو بس اسی کا ایک بار "بِسمِ اللہ" پڑھنا کافی ہوگا، اور اگر چند آدمیوں کی مشترکہ قوت سے چلے تو تمام اَفراد کا ایک ایک دفعہ "بِسمِ اللہ" پڑھنا ضروری ہوگا کہ فعل ذبح صرف ایک دفعہ پایا گیا ہے تو ایک ہی دفعہ "بِسمِ اللہ" پڑھنا بھی شرط ہوگا، اس کی نظیر فقہ کا یہ مسئلہ ہے:

لَوْ أضْجَعَ شاتین، إحداھما فوق الأخریٰ فَذَبَحھما ذَبحةً واحدةً بتسمیةٍ واحدةٍ حلًا۔

دو بکریوں کو نیچے اوپر لٹایا اور "بِسمِ اللہ" پڑھ کر دونوں کو ایک ساتھ ذبح کر دیا تو دونوں حلال ہو گئیں۔

---

(۱) ألدّر المختار فوق ردالمحتار ص۴۸۲ ج۹، أواخر کتاب الأضحیّة۔ دارالباز۔ و فتاوی قاضیخاں ص۷۵۰ ج۴، أواخر کتاب الأضحیّة۔ نول کشور

بخلافِ مالو ذَبَحَهما على التّعاقب، لأنّ الفعلَ يتعدّدُ، فَيَتَعدَّدُ التسمية۔ ذكره الزيلعي فى الصّيد اِھ (١)

اس کے بر خلاف اگر دونوں کو باری باری ذبح کیا تو پہلی حلال ہوگی، اور دوسری حرام۔ اس لئے کہ فعل ذبح متعدد ہے تو بسم اللہ بھی متعدد دفعہ پڑھنا ضروری تھا۔ امام زیلعی نے یہ مسئلہ کتاب الصید میں بیان کیا ہے۔

شاید ایسی کوئی مشین ایجاد ہو سکے۔۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

(۷) خنزیر کی پوری ذات سراپا نجاست و گندگی ہے تو اس کے خون سے جو چھری آلودہ ہوئی وہ ناپاک ہو گئی، اب اگر چھری کو پاک پانی، یا کسی بھی پاک سیال (بہنے والی چیز) سے دھو کر یا کپڑے وغیرہ سے اچھی طرح پونچھ کر پاک کر لیا گیا، پھر جانور کو ذبح کیا گیا تو وہ جانور پاک ہے کہ خنزیر کی نجاست سے وہ آلودہ ہی نہ ہوا۔

اور اگر چُھری دھوئے بغیر ذبح کیا گیا تو چُھری جانور کے حلق کے جتنے حصے سے مَس ہوئی اتنا حصہ ابتداءً ناپاک ہوا پھر خون کے بہاؤ کے ساتھ جب خنزیر کا خون بھی بہہ گیا تو وہ ناپاک حصہ بھی پاک ہو گیا۔

فتاوی رضویہ میں کتے کے شکار کے متعلق ہے:

"یہ خیال کہ اس صورت میں اس کا لعاب ناپاک ہے شکار کے بدن کو نجس کر دے گا دو وجہ سے غلط ہے۔۔۔ ثانیاً: اگر لعاب لگا بھی، تو آخر جسم سے خون بھی نکلے گا وہ کب پاک ہے جب اس سے طہارت حاصل ہو گی، اس سے بھی ہو جائے گی" (۱)

---

(١) ألدّر المختار فوق ردالمحتار ص٤٣٩ ج٩، كتاب الذبائح۔ دارالباز۔

(۲) فتاوی رضویہ ص ۳۸۴، ج ۸ کتاب الصید۔ سنی دار الاشاعت۔

تو مشین کے چھُرے سے ذبح شدہ جانور دونوں صورتوں میں پاک رہے گا۔ البتہ دوسری صورت میں بلا ضرورت پاک چیز کو ناپاک کرنا ہے، گو تھوڑی ہی دیر کے لئے سہی، اور فقہا فرماتے ہیں:

تنجیس الطاهر حرامٌ إھ — پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے۔

رہ گیا اس کے حلال ہونے کا مسئلہ: تو اسے گزشتہ اوراق میں تفصیل سے واضح کر دیا گیا کہ وہ جانور "مَالَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ" کا فرد ہے اور باتفاق ائمہ اربعہ مُردار و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تَکمِلَہ

☆ گوشت حاصل کرنے کے پانچ ذرائع

☆ وقت ذبح سے وقت خریداری تک مسلمان کی نگرانی شرط لازمی ہے

☆ ایکسپورٹ ہونے والے گوشت کا حکم

تکملہ

گوشت حاصل کرنے کے ذرائع اب تک کی ساری بحث اس محور کے گرد گردش کررہی تھی کہ مشین کے ذریعہ ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے، یا نہیں۔

اب یہاں اس حیثیت سے بھی غور ہونا چاہئے کہ جس ذریعہ سے وہ گوشت مسلمانوں تک پہونچتا ہے وہ شرعاً درست ہے، یا نہیں۔؟

ظاہر ہے گوشت کی پھُٹکر خرید و فروخت مَذبح سے نہیں ہوتی، بلکہ شہر کی دوکانوں سے ہوتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ :

☆ یہ دوکان مسلم کی ہے، یا غیر مسلم کی۔؟

☆ مسلم کی ہے تو ڈائرکٹ مذبح سے خود دوکاندار جاکر اپنی نگرانی میں گوشت لاتاہے۔؟

☆ یا کسی مسلمان سے منگواتاہے۔؟

☆ یا اپنے غیر مسلم ملازم سے منگواتاہے۔؟

☆ یا کسی بھی غیر مسلم سے منگواتاہے۔؟

اگر مذبح سے کوئی غیر مسلم گوشت لاتاہے اور مسلمان اسے فروخت کرتا ہے، یا غیر مسلم ہی اسے فروخت بھی کرتا ہے تو دونوں صورتوں میں یہ گوشت خریدنا، اسے کھانا، اور دوسرے کو کھلانا حرام ہے کیونکہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے وہ بھی باجماع ائمۂ اربعہ جب تک زندہ ہوتے ہیں حرام ہوتے ہیں پھر ذبح شرعی کے بعد حلال ہوتے ہیں، اب غور فرمایئے!

جو گوشت غیر مسلم کے ذریعہ مارکیٹ میں آیا، یا غیر مسلم کے ذریعہ ملا اس کے "ذبح شرعی" میں شک ہے ہو سکتا ہے اس نے خود ہی چھُپ چھُپا کر

کہیں ذبح کیا ہو، یا گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو چونکہ جانور اصالۃً حرام تھا تو اس کے حلال ہونے کے لئے قطعی و یقینی طور پر ذبح شرعی کا وجود و تحقق معلوم ہونا چاہئے تھا اور یہاں ذبحِ شرعی کا یقین نہیں، صرف شبہہ ہے تو محض شبہہ کی وجہ سے حرام قطعی کبھی حلال نہ ہوگا، فقہ کا قاعدۂ کلیہ مسلّمہ ہے:

اَلیقینُ لا یزولُ بِالشَّكِّ۔ (۱) — یقین شبہہ سے ختم نہیں ہوتا۔

حضرت محقق ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے اشباہ میں اسی قاعدے کے تحت یہ مسئلہ بیان فرمایا:

اَلشاۃ فی حال حیاتها محرّمۃ. (۲) — بکری جب تک زندہ ہے حرام ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

فلا تَحِلُّ، حَتیّٰ یعلم أنّها مُذکّاۃُ مُسلمٍ، لأنّ أصلها حرامٌ وَشککنا فی الذّکاۃ المبیحۃ۔ (۳) — بکری حلال نہ ہوگی جب تک یقین سے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ مسلمان کی ذبح کی ہوئی ہے کیونکہ بکری اصل میں حرام ہے اور ذبحِ شرعی جس سے وہ حلال ہوگی مشکوک ہے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

حرُم حیوان مِن شأنِہِ الذّبح — جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں وہ سب حرام ہیں جب تک انھیں شرعی

---

(۱) اَلأشباہ و النظائر ص ۷۵، اَلقاعدۃ الثالثۃ، نول کشور۔

(۲) اَلأشباہ و النظائر ص ۷۹، اَلقاعدۃ الثالثۃ، نول کشور۔

(۳) غمز العیون و البصائر شرح الأشباہ و النظائر ص ۷۵، عن الفتح۔

مالم يُذكَّ ذكاةً شرعيًا (١) — طریقے پر ذبح نہ کیا جائے۔

امام ابو زکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فالمقدور عليه لا يحِلُّ إلاّ بالذّبح فى الحلق واللّبّةِ كما سبق، و هٰذا مجمعٌ عليه۔ (٢)

جس جانور کے ذبح پر قدرت ہو وہ حلق اور لبّہ میں ذبح کے بغیر حلال نہ ہوگا جیسا کہ گزر چکا اور اس پر اجماع ہے۔

نیز یہی امام موصوف ایک حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں؛

فيه بيان قاعدةٍ مهمّة، و هى أنّه' إذا حصل الشّكّ فى الذكاة المبيحة للحيوان لم يحِلُّ، لِاَنَّ الأصل تحريمُه' و هذا لاخلاف فيه۔إھ (٣)

اس حدیث میں ایک اہم قاعدہ کا بیان ہے اور وہ یہ ہے کہ جب جانور کے ذبح شرعی میں شک پیدا ہو جائے تو وہ حلال نہ ہوگا کیونکہ اصل جانور کا حرام ہونا ہے اور اس میں کسی کا کوئی کمزور اختلاف بھی نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

فأمّا المقدورُ عليه فلايباحُ إلّا بالذكاةِ بلا خلافٍ بين أهلِ العلم(٤)

جس جانور کے ذبح پر قدرت ہو وہ بغیر ذبح کے حلال نہ ہوگا، اہل علم کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

---

(١) ألدّر المختار فوق ردالمحتار ص٤٢٣ ج٩، أوّل كتاب الذبائح۔ دارالباز۔

(٢) شرح صحيح مسلم للنووى ص ١٥٧ ج٢، كتاب الأضاحى، باب جوازالذبح بكل ماأنهرالدّمَ۔

(٣) شرح صحيح مسلم للنووى ص١٤٦ ج٢، كتاب الصيد والذبائح۔

(٤) ألمغنى لابن قدامة الحنبلى ص٥٧٣ ج٨، كتاب الصيد و الذبائح۔

یہ انکشافات واضح طور پر شہادت دے رہے ہیں کہ ماکولُ اللحم جانور بھی اصالۃً حرام ہی ہوتے ہیں اور "ذبح شرعی" کی وجہ سے حلال قرار پاتے ہیں لہذا جب تک ان کے ذبحِ شرعی کا یقین نہ ہوگا حرام مانے جائیں گے۔

اور کھلی ہوئی بات ہے کہ کافر و مشرک کے ذریعہ جو گوشت حاصل ہوتا ہے اس کے ذبح شرعی کا یقین نہیں، بلکہ شک ہے کہ ہو سکتا ہے اس نے خود ہی ذبح کر کے، یا گلا دبا کر یہ گوشت فراہم کیا ہو اور باب حرمت میں شبہہ بھی مثلِ یقین ہوا کرتا ہے اس لئے یہ گوشت حرام ہونا چاہئے اور باجماع ائمۂ اربعہ حرام ہونا چاہئے۔

یہاں تک کہ اگر وہ غیر مسلم یہ کہتا ہے کہ یہ گوشت مسلمان کے ذبح کئے ہوئے جانور کا ہے تو بھی اس کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ حلت و حرمت کا تعلق بابِ دیانات سے ہے اور بابِ دیانات میں کافر کی خبر بالاجماع نامقبول ہے، چنانچہ در مختار میں ہے:

خبر الكافر مقبول بالاجماع فى المعاملات، لافى الديانات۔(۱)

کافر کی خبر معاملات میں بالاجماع مقبول ہے اور دیانات میں نامقبول ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

فى التّاترخانية قبيل الأضحيّة عن جامع الجوامع لِأبى يوسف: مَن اِشترىٰ لحمًا فعَلِمَ أنّه مجوسىٌّ، وأرادالرّدّ، فقال:

فتاوی تاتارخانیہ میں بابُ الأضحیّة سے کچھ پہلے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی جامع الجوامع کے حوالے سے ہے کہ ایک شخص نے گوشت خریدا، پھر اسے

(۱) اَلدّرالمختار، فوق ردالمحتار ص۴۹۷ ج۹، أوائل كتاب الحظروالإباحة، دارالباز۔

"ذَبحَه' مسلم"

يكره أكلُه'۔ اِھ

و مفادُه': أنّ مجرّد كونِ البائع مجوسيًا يُثبِتُ الحرمةَ فإنَّه' بعدَ إخبارِهٖ بالحِلّ بقولهٖ "ذَبَحَه' مسلمٌ" كره أكلُه'، فكيفَ بدونِهٖ۔ اِھ۔۔۔۔(۱)

معلوم ہوا کہ بائع مجوسی ہے تو اس نے اسے واپس کرنا چاہا، مجوسی نے کہا کہ "ذبح تو اسے مسلمان نے کیا ہے" پھر بھی اسے کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ محض اس بات سے کہ بائع مجوسی ہے گوشت کا حرام ہونا ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ جب وہ گوشت کے حلال ہونے کی خبر دے رہا ہے اور بتارہا ہے کہ اسے مسلمان نے ذبح کیا ہے پھر بھی اسے کھانا مکروہ تحریمی ہے تو بغیر اس کی اس خبر کے گوشت کا کیا حال ہوگا۔

اسی لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ' نے اپنے ایک فتوے میں یہ صراحت فرمائی:

"حکم شرعی یہ ہے کہ مشرک یعنی کافر غیر کتابی سے گوشت خریدنا جائز نہیں، اور اس کا کھانا حرام ہے اگرچہ وہ زبان سے سوبار کہے کہ یہ مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے اس لئے کہ امر و نہی میں کافر کا قول اصلاً مقبول نہیں۔

ہاں اگر وقتِ ذبح سے وقتِ خریداری تک وہ گوشت مسلمان کی نگرانی میں رہے، بیچ میں کسی وقت مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہو اور یوں اطمینان کافی حاصل ہو کہ یہ مسلمان کا ذبیحہ ہے تو اس کا خریدنا جائز اور کھانا حلال ہوگا" (۲)

یہ فتویٰ ہے فقہ حنفی کے ایک عبقری فقیہ کا، جو اجتہاد فی المسائل کے

---

(۱) ردالمحتار ص ٤٩٧ ج٩، أوائل كتاب الحظروالإباحة، دارالباز۔

(۲) فتاوی رضویہ۔ ص ٣٤٩ ج٨، كتاب الذبائح، سنی دارالإشاعت۔

منصب پر فائز تھے۔

لیکن جن اصولوں کی بنیاد پر انھوں نے یہ فتویٰ صادر کیا ہے وہ اجماعی ہیں، یعنی

☆ ماکول اللحم جانور کا اصالۃً حرام ہونا۔

☆ ذبحِ شرعی کے ذریعہ حلال ہونا۔

☆ ذبحِ شرعی میں شک کی بنا پر حرمت کا باقی رہنا۔

☆ بابِ دیانات میں کافر کی خبر کا نامقبول ہونا۔

اس لئے یہی فیصلہ باقی تینوں مذاہبِ فقہ کا بھی ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب

گوشت مسلمان کی نگاہ سے اوجھل نہ ہونا شرطِ حلّت ہے

اور فقہ حنفی کے نقطۂ نظر سے کافر سے ملنے والا گوشت اس حیثیت سے بھی حرام ہے کہ ذبحِ اضطراری جس میں پابندی کم اور چھوٹ زیادہ ہے اس میں بھی اس شرط کا لحاظ ضروری قرار دیا گیا ہے، چنانچہ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ شکار کے حلال ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ تیر لگنے کے بعد وہ شکاری کی نگاہ سے غائب نہ ہو، یا پھر شکاری برابر اس کی تلاش میں لگا رہے چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

والسّابع: أنْ لا يتوارىٰ عن بصره، أو لا يقعدعن طلبه، فيكون فى طلبه، ولايشتغل بعمل اٰخر حتىّٰ يجده، لأنّه إذاغاب عن بصره ربّمايكون	شکار حلال ہونے کی ساتویں شرط یہ ہے کہ وہ نگاہ سے غائب نہ ہو، یا شکاری اس کی تلاش سے بیٹھ نہ رہے، لہٰذا یہ اس کو تلاش کرتا رہے اور دوسرے کام میں مشغول نہ ہو جب تک کہ اسے پا نہ جائے، کیونکہ جب

موتُ الصید بسبب اٰخر فلایحِلُّ۔ لقول ابن عباس: "کُل ما أصْمیتَ و دَع ما أنمیت"

والإصماءُ: مارأیتَه' والإ نماءُ: ماتواریٰ عنك۔

وعن رسول اللّٰه صلے اللّٰه علیه و الهٖ و سلّم،أنّه' قال لِعَدِیّ بن حاتم: وإنْ وقعت رمَیتك فی الماءفلاتاکل فإنّك لا تدری أنّ الماءَ قَتَله'، أم سهمُك اھ۔۔۔(۱)

وہ اس کی نگاہ سے غائب ہوگا تو ہو سکتا ہے اس کی موت تیر لگنے کے سواکسی اور سبب سے ہو جائے، پھر وہ حلال نہ رہے مگر اسے اس کی خبر نہ ہو۔ نیز حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ شکار دیکھتے رہو تو اسے کھالو اور وہ نگاہ سے او جھل ہو جائے تو چھوڑ دو۔

اور اللہ کے رسول ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت عدی بن حاتم سے فرمایا کہ اگر شکار پانی میں گر جائے تو اسے نہ کھانا کیونکہ تجھے معلوم نہیں کہ اسے پانی نے ہلاک کیا ہے، یا تمھارے تیر نے۔

صاحبِ ہدایہ نے اس کی دلیل یہ پیش کی:

لِمَارُو ی عن النَّبِیّ علیه السّلام أنّه' کره أکل الصّید إذاغابَ عن الرّامی وقال: لَعَلّ هوامّ الأرض قتَلَته'۔

اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے شکار کھانا جب وہ نگاہ سے او جھل ہو جائے مکروہ فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ شاید اسے زمین کے زہریلے کیڑے مکوڑوں نے ہلاک کر

(۱) فتاویٰ قاضی خان ص۷۵۵ ج٤، کتاب الصّید والذبائح، نول کشور۔
وحدیث عدیّ بن حاتم أخرجه البخاری فی "الصّید والذبائح" ص٢٤،ج٢۔ ومسلم فی "الصید" ص١٤٦ ج٢۔ والترمذی فی "الصید" ص١٩٠ ج١۔

ولأنّ احتمال الموت بسببٍ اٰخر قائمٌ فما ينبغى أن يحِلَّ أكلُه، لأنّ الموهوم فى هٰذا كالمتحقّق لماروينا۔إھ (۱)

ڈالا ہو۔ اور اس لئے بھی کہ یہاں کسی اور سبب سے شکار کے مرنے کا احتمال موجود ہے لہٰذا اس کا کھانا حلال نہ ہوگا کیونکہ موہوم اس باب میں متحقق کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ حدیث مذکور سے ثابت ہوتا ہے۔

علامہ ابن قُدامہ رقمطراز ہیں :

وكره عطاء، والثورى أكْلَ ماغابَ وعن احمد مثلُ ذٰلك، وللشافعى فيه قولان۔ لأنّ ابن عباس قال: "كُلْ مَا أصميت۔ وماأنميت فلا تاكُل۔

قال الحكم: ألإصماء: أن

جو شکار نگاہ سے غائب ہو جائے اسے کھانا امام عطاء اور امام ثوری نے مکروہ قرار دیا۔ ایک روایت (غیر مشہورہ) امام احمد بن حنبل سے بھی اسی کے مثل ہے اور امام شافعی کے اس بارے میں دو قول ہیں۔ کیونکہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جو شکار فوراً مر

---

(۱) ألهدايه ص٤٩٤ ج٤، كتاب الصّيد۔ رشيديه۔ وقال فى نصب الراية: الحديث "كره أكل الصيد" روى مسندًا ومرسلا۔ فالمسند: عن أبى رزين وعن عائشة۔ فَحَدِيثُ أبى رزين: رواه ابن شيبة فى "مصنّفه" وكذلك رواه الطبرانى فى "معجمه" ورواه كذلك أبو داؤد فى "مراسيله" و عبدالحق فى "أحكامِه" وَ أعلّه، بالإرسال، وأقرّه ابن القطان عليه۔ وحديث عائشة: رواه عبدالرزاق فى "مصنّفه" وأمّاالمرسل فرواه أبوداؤد فى "مراسيله"۔ وحديث اٰخر رواه عبدالرزاق فى "مصنّفه"۔ اه ملخّصا۔ (نصب الراية لأحاديث الهداية ص ٣١٤، ٣١٥ ج٤ فصلٌ فى الرمى مِن كتاب الصّيد۔

يموت في الحال، والإنماء أن يغيب عنك۔اھ (١)	جائے اسے کھاؤ، اور جو بعد میں نگاہوں سے او جھل ہو کر مرے اسے نہ کھاؤ ☆

تیر لگنے سے شکار کا بھاگنا، پھر نگاہوں سے او جھل ہو جانا ایک ناگزیر امر ہے پھر بھی یہ شکار کی حرمت کا باعث صرف ایک شک اور وہم کی وجہ سے ہو گیا حالانکہ یہ مسئلہ ذبح اضطراری کا ہے جس میں شریعت نے بہت کچھ چھوٹ دے رکھی ہے تو ذبح اختیاری میں یہ حکم بدرجۂ اولیٰ نافذ ہو گا کہ وہاں گوشت کا

(١) ألمُغنى لابن قُدامة الحنبلي ص٥٥٤ ج٨، كتاب الصيد والذبائح۔

☆ شکار کے غائب ہونے کے بارے میں احادیث دونوں طرح کی ہیں جن کی تفصیل نصبُ الرایہ، کتابُ الصید، فصلٌ فی الرمی ص ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶ ج ۴۔ نیز۔ الدرایہ بر حاشیہ ہدایہ ص ۴۹۴ ج ۴ میں ہے۔ ائمہ حنیفہ نے دونوں ہی طرح کی حدیثوں پر عمل کیا ہے اور دونوں میں تطبیق یوں دی ہے کہ شکاری اگر برابر شکار کی تلاش میں لگا رہے تو اس کا نگاہ سے او جھل ہونا کالعدم ہے اور اگر یہ اس کی تلاش سے بیٹھ رہا تو اس کا او جھل ہونا معتبر ہو گا چنانچہ شامی میں زیلعی کے حوالہ سے ھے:

" فيحمل هٰذا الحديث علىٰ ماإذاقعدَ عن طلبه، والأول علىٰ ما إذا لم يقعُد"۔ اه (ردالمحتار ١٠/٥٦ دارالباز)۔

ہدایہ میں ہے کہ :

" شکار تیر لگنے سے عموماً بھاگتے اور نگاہ سے غائب ہو جاتے ہیں، اس سے بچنا ممکن نہیں اس لئے بوجہِ ضرورت یہاں یہ ڈھیل دی گئی کہ شکاری اسکی تلاش میں لگا رہے تو اس کے غائب ہونے کا اعتبار نہ ہو گا، مگر تلاش سے بیٹھ رہنا ضرورت شرعیہ نہیں، تو اس صورت میں شکار کا غائب ہونا اپنے عملِ اختیاری سے ہو گا کہ یہ نہ بیٹھتا تو وہ او جھل نہ ہوتا، لہذا یہاں او جھل ہونے کا اعتبار ہو گا" (ہدایہ ص ۴۹۴ ج ۴، کتاب الصید۔ رشیدیہ)

مسلمان کی حفاظت میں رہنا، یا اس کی نگاہوں سے او جھل نہ ہونا ناگزیر امر نہیں، بلکہ آسان ہے۔

اس لئے یہاں اگر وہ گوشت غیر مسلم کے ذریعہ نگاہوں سے او جھل ہو گا تو ضرور اس کے "ذبح شرعی" میں وہم و شک کو راہ ملے گی اور اس بنا پر وہ حرام قرار پائے گا۔

یہ گفتگو اس تقدیر پر تھی کہ گوشت غیر مسلم کے ذریعہ ملے اور وہ مسلمان کی نگاہ سے کچھ دیر کے لئے او جھل رہا ہو۔

حلال ذرائع | لیکن اگر گوشت یوں ملے کہ

☆ گوشت فروش مسلمان اسے خود مذبح سے لائے،

☆ یا کسی مسلمان کے ذریعہ منگوائے،

☆ یا اپنے قابلِ اعتماد غیر مسلم ملازم سے منگوائے،

☆ یا کسی بھی غیر مسلم سے مسلمان کی نگرانی میں منگوائے۔

تو یہ ذرائع بجائے خود حرمت کا باعث نہ ہوں گے۔ مسلمان لائے، یا مسلمان کی نگرانی میں غیر مسلم لائے تو حرام نہ ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اور غیر مسلم ملازم لائے تو اس کے حرام نہ ہونے کی صراحت کتب فقہ میں ہے، مثلاً

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"مسلمان اپنے کسی نوکر، یا مزدور مشرک کو گوشت لینے بھیجے اور وہ خرید کر لائے اور کہے۔ "میں نے مسلمان سے خریدا ہے"۔ اس کا کھانا جائز ہو گا، جبکہ قلب میں اس کا صدق جمتا ہو کہ اب یہ اصالۃً دربارۂ معاملات قولِ کافر کا قبول ہے، اگرچہ حکم دیانت کو متضمن ہو جائے گا۔

تبیین الحقائق، پھر ہندیہ میں ہے:

لا يقبل قول الكافر فی الدّيانات، إلاّ إذ اكان قبول قولِ الكافر فی المعاملات يتضمّن قبولَه' فی الدّيانات، فحينئذٍ تدخل الديانات فی ضمن المعاملات فيقبل قولَه' فيها ضرورةً۔ إھ

روالمحتار میں ہے :

الجوابُ أنّ قولَه' "شريتُه" مِن المعاملات وثبوتُ الحِلّ والحرمة فيه ضمنِىّ فلمّا قبل قولُه' فی الشراء ثبت ما فی ضمنه۔ و كم من شی يثبت ضمناً، لا قصداً۔" اه (۱)

مگر ان ذرائع کا فائدہ وہاں حاصل ہو سکتا ہے جہاں جانور شرعی طریقے پر ذبح کیا گیا ہو، اور مشینی ذبیحہ تو غیر شرعی ذبیحہ ہے اس لئے یہ گوشت مسلم لائے، یا غیر مسلم بہر حال حرام ہی رہے گا۔

مَاحَصَل | ان تفصیلات کا ماحصل یہ ہوا کہ ماکولُ اللحم جانوروں کا گوشت ان شرائط سے حلال ہوگا۔

(ا) مسلمان، یا کتابی خود اپنے ہاتھوں سے ذبح کرے اور وقتِ ذبح بِسمِ اللہ ' اَللہُ اَکبرُ پڑھے۔

(ب) ساتھ ہی یہ معلوم بھی ہو کہ ذابح یقیناً مسلم، یا کتابی ہے۔ مسلم یا کتابی ہونے کا صرف شبہہ نہ ہو۔

(ج) مارکیٹ میں وہ گوشت مسلمان ہی لایا ہو یا مسلمان کا معتمد ملازم لایا ہو، یا کم از کم مسلمان کے زیر نگرانی اس طور پر لایا گیا ہو کہ وقتِ ذبح سے تھوڑی دیر کے لئے بھی وہ گوشت مسلمان کی نگاہ سے اوجھل نہ ہوا ہو۔

(د) پھر وہ گوشت مسلمان ہی کے ہاتھ سے خریدا گیا ہو، یا کم از کم یہ صورت

---

(۱) فتاوی رضويه، كتاب الذبائح، ص۳۵۱ ج۸، سنی دارالإشاعت۔

ہو کہ وقتِ ذبح سے وقتِ خریداری تک وہ گوشت برابر مسلمان کی نگرانی میں رہا ہو، خواہ بائع جو بھی ہو۔

اور مسئلۂ مبحوثہ میں اولاً مشینی ذبیحہ میں پہلی ہی شرط مفقود ہے اس لئے وہ باجماع ائمہ اربعہ حرام ہے۔

ثانیاً : اگر بقیہ تینوں شرطیں، یا ان میں سے کوئی بھی ایک مفقود ہو تو یہ اس کے حرام ہونے کی الگ وجہ ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ملک کا گوشت دوسرے ملک میں ؟ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو گوشت ایک ملک سے دوسرے ملک کو بذریعہ طیارہ سپلائی کیا جاتا ہے اس کی حلت حد درجہ مشکوک ہے، بلکہ زیادہ تر صورتوں میں وہ حرام ہے کیونکہ اگر وہ ذبیحہ یورپی ممالک کا ہے جہاں جانور مشینوں کے ذریعہ ہی ذبح ہوتے ہیں تب تو وہ مردار ہے جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی۔

اور اگر وہ ذبیحہ ایسے ملک کا ہو جہاں یہ اہتمام کیا جاتا ہے کہ مسلمان معروف و معتاد طریقے پر بسم اللہ پڑھ کر جانور ذبح کرتا ہے اور مشین سے صرف صفائی وغیرہ کا کام لیا جاتا ہے مگر وہ گوشت جہاز پر غیر مسلموں کے ذریعہ لوڈ کیا جاتا ہے اور غیر مسلم ہی اسے دوسرے ملک لے جاتے ہیں یعنی مذبح سے جہاز تک، اور جہاز سے مسلم ملک میں پہونچنے تک کا کام غیر مسلم عملہ انجام دیتا ہے اور اس پورے مرحلہ میں کہیں مسلمان کی نگرانی نہیں ہوتی، یا ہوتی ہے مگر کچھ دیر کے لئے بھی وہ گوشت اس کی نگاہ سے اوجھل ہو جاتا ہے تب بھی حرام ہے جیسا کہ یہ مسئلہ عنقریب ہی واضح کیا گیا۔

عام طور سے جہاز کا عملہ غیر مسلم ہی ہوتا ہے اور اغلب یہ ہے کہ

گوشت کو ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کرنے کے لئے شریعت طاہرہ نے جس شدّتِ اہتمام کو لازم گردانا ہے اس کا لحاظ پورے طور پر نہیں ہو پاتا اس لئے سپلائی ہونے والے گوشت میں حرمت کا پہلو ہی غالب ہے جبکہ اس کے حلال ہونے کے لئے قطعی طور پر شبہۂ حرمت سے پاک ہونا ضروری تھا۔

میں نے خود سعودیہ عربیہ میں یہ دیکھا ہے کہ پیکٹ کے گوشت پر فرانس وغیرہ کی لیبل چسپاں ہوتی ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی عام طور پر ہوتی رہتی ہے حالانکہ وہ تو ضرور حرام ہے کہ وہ سب مشین کا ہی ذبح شدہ گوشت ہوتا ہے۔

خدائے پاک مسلمانوں کو ہدایت دے اور اَکلِ حلال کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہٖ النبی الکریم علیہ وَ علٰی آلہٖ افضل الصلاۃ التسلیم ———— ھٰذ اماعندی، والعلمُ بالحقّ عِنْدَ رَبّی

واللّٰہ سبحانہٗ و تعالٰی اَعلم و علمہٗ جلّ مجدہٗ اُتمّ واُحکم

کتبہٗ

محمد نظام الدین الرضوی

خادم الافتاء بدارالعلوم الأشرفيّة، بمبارکفور

۱۱/ رجب ۱۴۱۸ھ۔ ۱۲/۱۱/۱۹۹۷م یوم الأربعاء